عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث - 4

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب وکاوش: مجلس تحقیقات اسلامیہ

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-4540513-4519240





نام کتاب........................ **درس حدیث** تاریخ اشاعت......................شوال ۱۴۲۶ھ

ناشر...... اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ ملتان طباعت................سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BLI3NE.(U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید' احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم حضرات علماء کرام کی مشاورت اور احباب کی دعاؤں سے ''درس حدیث'' کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس جلد میں درج احادیث اور انکی تشریح مولانا ولی اللہ صدیقی مدظلہ کی تالیف ''توشہ آخرت'' سے استفادہ کرتے ہوئے ترتیب دی گئی ہیں جس میں سبق وار درس مرتب کر کے تقریباً ہر درس میں ''فکر آخرت پیدا کرنے والے واقعات'' کا عنوان قائم کر کے کیا گیا ہے۔ مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ کے رسالہ ''پچاس قصے'' سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات کا اضافہ کیا گیا ہے جو فکر آخرت کیلئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ مکمل جلد فکر آخرت اور اللہ سے ملاقات کی تیاری کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات اور بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات کا مجموعہ ہے۔ ہر انسان کو اپنی موت کا یقینی علم ہے کہ اس نے وقت مقررہ پر اس فانی دنیا سے کوچ کرنا ہے لیکن ہر مسلمان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ جس یقین کے ساتھ ہم اس دنیا میں زندہ ہیں اسی یقین کے ساتھ آخرت میں بارگاہ رب العالمین میں پیش ہونا ہے ہر مسلمان میں یہ عقیدہ جس قدر پختہ ہے اسی قدر اسکی زندگی شریعت مطہرہ کی فطری تعلیمات سے مزین ہے اور جس شخص میں اس عقیدہ کی جس قدر کمزوری ہے وہ اسی قدر اس دنیا کی ناپیدار اشیاء میں الجھا ہوا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے'' اس حدیث کی تشریح میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے تو فکر آخرت کا عقیدہ ہر نیکی کیلئے محرک اور بنیاد ہے۔ آج ہم سب مسلمان اگر اپنی تمام صلاحیات وتوجہات کا مرکز ومحور فکر آخرت کو بنالیں تو اللہ رب العزت کی ذات عالیہ سے قوی امید ہے کہ اس کی برکت سے جہاں ہماری آخرت سنور جائیگی وہاں ہمارے تمام دنیوی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشن زندگیاں آج بھی ہمارے سامنے ہیں جن کے مطالعہ سے فکر آخرت اور اعمال صالحہ کا مبارک جذبہ بیدار کیا جا سکتا ہے۔ زیر نظر ''درس حدیث'' اسی فکر آخرت کے شعور کو جلا بخشنے کی ایک کڑی ہے۔ جسے اپنے گھر، مسجد مدرسہ اور احباب میں بآسانی سنا اور سنایا جا سکتا ہے اور یوں چراغ سے چراغ جلایا جائے تو ان شاء اللہ معاشرہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جگمگا اٹھے گا۔

ان شاء اللہ ''درس حدیث'' کا یہ مبارک سلسلہ ''درس قرآن'' کی طرح تیس جلدوں تک جائیگا جس کی ہر جلد عوام الناس کی بنیادی دینی ضروریات سے متعلق احادیث مبارکہ سے مزین ہونگی۔

بارگاہ رب العزت میں عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ پاک اس مجموعہ سے مستفید ہونے والے تمام احباب کو فکر آخرت کی دولت سے نوازیں اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وعافیت کا معاملہ فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شوال ۱۴۲۶ھ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدابہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیاو آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ شوال ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

انبیاء کرام علیہم السلام اور فکر آخرت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم وَاذْکُرْ عِبٰدَنَا اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ اُولِی الْاَیْدِیْ وَالْاَبْصَارِ اِنَّا اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ ذِکْرَی الدَّارِ.

ترجمہ: ''اور یاد کرو ہمارے بندوں کو ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام ہاتھوں والے اور آنکھوں والے (یعنی عمل اور معرفت والے جو ہاتھ پاؤں سے بندگی کرتے اور آنکھوں سے خدا کی قدرتیں دیکھ کر یقین وبصیرت زیادہ کرتے ہیں) ہم نے امتیاز دیا ان کو ایک چنی ہوئی بات کا وہ یاد اس گھر کی (انبیاء کا امتیاز ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔'' یہ جملہ اس لئے بڑھا دیا کہ اہل غفلت کے کان ہوں کہ جب انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے تو ہم کس شمار میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''جس نے اپنی تمام فکر ایک چیز یعنی فکر آخرت پر مرکوز کر دی تو حق تعالیٰ شانہ اس کی تمام ضرورتوں کے لئے کافی ہو جاتے ہیں اور جس کی یکسوئی کو دنیاوی بکھیڑوں نے الجھا کر رکھ دیا (جس میں لگ کر وہ یاد خدا اور فکر آخرت سے غافل ہو بیٹھا) تو حق تعالیٰ شانہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ دنیا کے کس کھوہ (وادی) میں جا مرے۔ (ترغیب)

الحاصل یہ تمام ارشادات ایک مومن کو دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اگلی زندگی سنوارنے اور سفر آخرت کے لئے زادِراہ مہیا کرنے کی طرف متوجہ ہو کیونکہ ہر عقلمند آدمی یہی سوچتا ہے کہ جب تک وہ سفر کے لئے زادراہ مہیا نہ کر لے اور سفر کی پریشانیوں اور صعوبتوں سے بچنے کے لئے خاطر خواہ احتیاطی تدابیر اختیار نہ کر لے آگے قدم بڑھانا ناعاقبت اندیشی ہے تو آخرت کا سفر جس میں ہر قدم پر ہزاروں مشکلات کا سامنا ہے اور ایک بالکل انجان، ویران، سنسان، تنگ وتاریک راستہ سے تن تنہا، بے یارومددگار گذر کر جانا ہے اور ایک ایسی سرحدی چوکی سے پار ہونا ہے جہاں کے پہرے دار غِلَاظٌ شِدَادٌ (تندخو اور زبردست) ہیں جو کبھی رورعایت کرنا جانتے ہی نہیں، نہ کسی پر رحم کرتے ہیں، نہ کوئی ان کا مقابلہ کر کے بچ سکتا ہے۔ **لا یعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون** وہ حکم عدولی یا حکم کی تعمیل میں سستی وکاہلی جانتے ہی نہیں جو حکم ہو فوراً کر گزرتے ہیں تو ایسے پہرے داروں کے سوال و جواب اور چھان بین سے گزر کر جانے اور ایسے مشکل وقت کا سامنا کرنے کے لئے انسان ضعیف البنیان کو کس قدر تیاری کی ضرورت ہے۔ جب کہ یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اور کہاں اچانک اس سفر پر لے جانے والا آکر زبردستی چلنے پر مجبور کر دے کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت اس سفر سے روک نہیں سکتی اور نہ کوئی قوت اس سفر کی تیاری کے لئے ایک لمحے کی مہلت دلوا سکتی ہے۔

اس انتہائی دشوار گذار سفر کا سلامتی کے ساتھ طے کر لینا بس اسی کے لئے ممکن ہے جو خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل کرے اور ان کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق اس سفر کی تیاری کر لے اور ان تمام احتیاطی تدابیر کو بروئے کار لائے جن سے اس سفر کی مشکلات سے نجات کی یقین دہانی رب رحیم اور اس کے رسول رحمۃ للعالمین نے کرائی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بعض اوقات کوئی **صدقہ خیرات کرتا** ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس سے **میری نیت اللہ تعالیٰ** کی رضا جوئی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ **میری تعریف** وثنا کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے **اللہ تعالیٰ** کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے جس میں غیر کو شریک کیا گیا ہو''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مذکورہ بطور استدلال کے **تلاوت فرمائی**: "الا للہ الدین الخالص"

ہر شے میں نیک قصد کا ایک اعتبار ہے

حضرت **شیخ الحدیث** مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں: **حدیث** پاک میں دو جملے ارشاد فرمائے گئے ہیں کہ اعمال **کا دارومدار** نیت پر ہے اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی نیت کرے۔ دوسرا جملہ پہلے کی تاکید بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ اکثروں **نے کہا ہے** اور مستقل دوسرا مضمون بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہ زیادہ **اچھا ہے** اور وہ یہ کہ آدمی کسی نیک کام میں جتنی نیتیں کرے **اللہ تعالیٰ** سب ہی کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

مثلاً مسجد کے جانے میں اعتکاف کی نیت، رب کریم کے گھر کی حاضری کی نیت، نماز کے انتظار میں بیٹھنے کی نیت، آنکھ کان اور دیگر اعضاء کی معاصی سے حفاظت کی نیت، مسجد میں بیٹھ کر اللہ کے ذکر، تلاوت قرآن، فکر و مراقبہ اور محاسبہ نفس کی نیت، امر بالمعروف، نہی عن المنکر کی نیت، تحصیل علم اور دوسروں کو تعلیم و نصیحت کی نیت، مسلمان بھائیوں سے ملاقات ان کی مزاج پرسی کی نیت، راستہ میں بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلانے کی نیت، راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانے کی نیت اور بھی اس طرح کی بہت ساری نیتیں انسان کرسکتا ہے اور جتنے امور کی آدمی نیت کرے گا ان سب کا مستقل ثواب اسے ملے گا مالک کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں۔ (آپ بیتی باختصار وتغیر ج ۲)

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہر دم کھلے ہیں

اور امام غزالیؒ بھی فرماتے ہیں: ''اسی طرح ہر عمل میں کئی نیتیں ہوسکتی ہیں جن کی بدولت گنتی کے چند عمل تمہارے حق میں ہزاروں نیکیاں بنیں گے۔ اور حضرات مقربین کے اعمال کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے۔'' (تبلیغ دین)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

دین کا خلاصہ نیت کی درستگی

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات..... (بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے ''آپ بیتی'' میں اسی حدیث "انما الاعمال بالنیات" کے تحت اپنا اور رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کا یہ دلچسپ واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ 10 بجے صبح کو میں اوپر اپنے کمرے میں نہایت مشغول تھا۔ مولوی نصیرؒ نے اوپر جا کر کہا کہ رئیس الاحرار آئے ہیں رائے پور جا رہے ہیں صرف مصافحہ کرنا ہے۔ میں نے کہا ''جلدی بلا دے'' مرحوم اوپر چڑھے اور زینے پر چڑھتے ہی سلام کے بعد مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا کر کہا رائے پور جا رہا ہوں اور ایک سوال آپ سے کر کے جا رہا ہوں اور پرسوں صبح واپسی ہے اس کا جواب آپ سوچ رکھیں۔ واپسی میں جواب لوں گا۔ یہ تصوف کیا بلا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے مصافحہ کرتے کرتے یہ جواب دیا کہ صرف ''تصحیح نیت'' اس کے سوا کچھ نہیں۔ جس کی ابتدا ''انما الاعمال بالنیات'' سے ہوتی ہے اور انتہا "ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ" ہے۔ میرے اس جواب پر سکتے میں کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے دلی سے سوچتا ہوا آ رہا ہوں کہ تو یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض کروں گا اور یہ جواب دے گا تو یہ اعتراض۔ اس کو تو میں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔

آگے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اسی کو نسبت کہتے ہیں، اسی کو یادداشت کہتے ہیں، اسی کو حضوری کہتے ہیں:

حضوری گرہمی خواہی ازو غافل مشو حافظ
متی تلق من تھوی دع الدنیا و اھملھا

اعمال اور قلوب پر بس ہے وہاں نظر

یعنی ''مقبولیت کا اصل دارومدار دل کے رخ کی صحت یعنی نیت کی درستی پر ہے۔ پس اگر کسی شخص کا عمل بظاہر اچھے سے اچھا ہو لیکن اس کا دل اخلاص سے خالی ہو اور اس کی نیت درست نہ ہو تو وہ عمل ہرگز مقبول نہ ہوگا۔'' (معارف الحدیث 323/2)

یعنی وہاں تو اخلاص، احتساب (ثواب کی امید لگانا) اور نیت صالحہ کی قدر و قیمت ہے کہ قربانی کے وقت خلوص نیت ہو اور محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا مطلوب ہو، فخر و ریاء، شہرت و نام آوری یا کوئی اور فاسد غرض شامل نہ ہو اور نہ ہی اسے ایک رسم ادا کرنے یا عادت اور معمول کے طور پر کرنا مقصود ہو۔

یہی حال تمام عبادتوں کا ہے کہ اگر اس کے ساتھ اخلاص و تقویٰ نہ ہو تو ان اعمال کا کوئی اعتبار نہیں، وہ ایک بے روح جسم اور بے مغز پھل سے زیادہ کارآمد نہیں۔ (تفسیر سعدی ۲۶۰/۳)

اور اس روز (اعمال وعقائد) کا وزن ہونا یقینی ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ تو کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔

یعنی قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے عمل وزن کے

موافق لکھے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے اگر اخلاص ومحبت سے شرعی حکم کے موافق کیا اور برمحل کیا تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریاء کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔ آخرت میں وہ کاغذ ملیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

اس آیت سے بھی یہی معلوم ہوا کہ نیت کی درستگی اور اخلاص کی برکت سے عمل کے وزن میں کمی زیادتی ہوتی ہے لہذا ایک مومن کو ایسے اسباب اختیار کرنے کی ضرورت ہے جس سے اس کے اعمال زیادہ سے زیادہ بھاری اور وزنی ہو جائیں۔

اخلاص کی تعریف

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ صاحب فرماتے ہیں: اخلاص وللّٰہیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھا کام یا کسی کے ساتھ اچھا برتاؤ صرف اس لئے اور اس نیت سے کیا جائے کہ ہمارا خالق و پروردگار ہم سے راضی ہو، ہم پر رحمت فرمائے اور اس کی ناراضی اور غضب سے ہم محفوظ رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ تمام اچھے اعمال و اخلاق کی روح اور جان یہی اخلاص نیت ہے، اگر بظاہر اچھے سے اچھے اعمال و اخلاق اس سے خالی ہوں اور ان کا مقصد رضاء الٰہی نہ ہو بلکہ نام نمود یا اور کوئی ایسا ہی جذبہ ان کا محرک اور باعث ہو تو اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قیمت نہیں۔ اور ان پر کوئی ثواب ملنے والا نہیں۔" (معارف الحدیث ۳۲۱/۲)

نیز امام غزالیؒ فرماتے ہیں: مگر عبادت کے اندر اخلاص کا حکم ہے لہذا یہاں عبادت کی نیت کے ساتھ اگر دوسرے مقصود کی کچھ بھی آمیزش ہوگی تو اخلاص باطل ہو جائے گا اور اگر وہ آمیزش غالب ہے اور قصد عبادت مغلوب ہے تو عبادت بالکل ہی باطل اور بیکار ہے۔ (تبلیغ دین)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں مزے کی زندگی کیسے گزاروں حالانکہ صور والے فرشتے نے صور کو منہ میں لے رکھا ہے اور (اللہ تبارک وتعالی کے حکم کی طرف) کان لگا رکھا ہے اور پیشانی جھکا رکھی ہے اور اس انتظار میں ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہو جائے میں فوراً صور پھونک دوں۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ صور فوراً پھونک دیا جائے گا اور معلوم نہیں کہ کب پھونک دیا جائے لہذا اس دنیا فانی میں مزے کرنا ان بندوں کے لئے بے جا اور نامناسب ہے جو قیامت پر یقین رکھتے ہیں یہ دنیا ایک دم فنا ہوگی اور سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا، بندے کو چاہئے کہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالی کی طرف متوجہ رہے۔ یہ بات بہت ہی بے جا ہے کہ مزے اڑاتے ہوئے دنیا کو چھوڑ کر عالم آخرت میں پہنچے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

تصحیح نیت سے متعلق بزرگوں کے اقوال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات..... (بخاری و مسلم)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

حضرت امام فضیل بن عیاضؒ کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ کو تم سے (حسن) نیت وارادہ کے علاوہ اور کچھ مطلوب نہیں۔

یحییٰ بن ابی کثیرؒ فرماتے ہیں کہ نیت کرنا سیکھو کیونکہ یہ عمل سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

زید شامی کا قول ہے: مجھے یہ بہت محبوب ہے کہ ہر شے میں میری کوئی نیت ہوحتی کہ کھانے پینے تک میں۔ نیز آپ کا ارشاد ہے ہر اچھی بات جو کرنا چاہو اس میں خیر کی نیت ضرور کرلیا کرو حتیٰ کہ قضائے حاجت کے لئے بھی۔ (جامع العلوم والحکم)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایک بہت مشہور مقولہ ہے جو سینکڑوں دفعہ سنا ہوگا کہ:

''اتباع سنت کے ساتھ اتباع کی نیت سے پاخانے میں جانا خلاف سنت نفلیں پڑھنے سے زیادہ افضل ہے۔'' (آپ بیتی جلد۲)

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے دیکھا کہ حسن نیت میں تمام خیر جمع ہے اور اس کا خیر ہونا ہی تمہیں کافی ہے اگرچہ اس میں تمہیں کوئی مشقت نہیں ہوتی۔''

داؤدفرماتے ہیں کہ نیکی کی جستجو ہی متقی کے عزم وہمت کی ابتداء ہے اور اگر اس کے تمام اعضاء سے دنیا چمٹ بھی جائے تو ایک نہ ایک دن اس کی نیت اسے اصل کی طرف ضرور لوٹادے گی۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے نیت کی اصلاح کے لئے جس قدر محنت اور کوشش کی ہے کسی اور بات کے لئے نہیں کی کیونکہ یہ بار بار میرے اوپر پلٹ آتی ہے۔

یوسف بن اسباطؒ فرماتے ہیں کہ نیت کا فساد سے خالص کرنا عمل کرنیوالوں پر مستقل مجاہدوں میں مشغول رہنے سے زیادہ مشکل کام ہے۔

مطرف بن عبداللہ کا قول ہے کہ قلب کی اصلاح عمل کی اصلاح پر موقوف ہے اور عمل کی اصلاح نیت کی اصلاح پر۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک چھوٹے سے عمل کو نیت بہت بڑا بنادیتی ہے۔ اور بسا اوقات بڑے عمل کو نیت نہایت چھوٹا اور حقیر بنادیتی ہے۔

ابن عجلانؒ فرماتے ہیں کہ عمل بغیر تین چیزوں کے درست نہیں ہوتا: (۱) اللہ تعالیٰ کا خوف (۲) حسن نیت (۳) صحیح طریقہ عمل اختیار کرنا۔ (جامع العلوم والحکم)

کذب کی حقیقت اور اس پر تنبیہ

حدیث پاک میں صدق کی تاکید کے ساتھ کذب سے بچنے کی بھی تاکید آئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں حق کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل اور جھوٹ میں داخل ہے۔ خواہ عقائد فاسدہ، شرک وکفر ہوں یا معاملات میں شہادت میں جھوٹ بولنا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب کبیرہ گناہوں میں سے بڑے کبیرہ گناہ یہ ہیں۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور عام باتوں میں جھوٹ بولنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری لفظ ''وقول الزور'' کو بار بار فرمایا۔'' (معارف القرآن ۶/۲۶۲)

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پکے منافق کی علامتوں میں ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے (یعنی بات بات میں جھوٹ بولے) اور قرآن پاک میں منافقین کے عذاب الیم کا سبب انکے جھوٹ بولنے کو قرار دیا گیا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ۔ (بقرہ) ''اور ان کیلئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔''

اس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جھوٹ بولنے کی عادت ان کا اصلی جرم تھا اسی بری عادت نے ان کو کفر و نفاق تک پہنچا دیا تھا۔ اس لئے جرم کی حیثیت اگر چہ کفر و نفاق کی بڑھی ہوئی ہے۔ مگر ان سب خرابیوں کی جڑ اور بنیاد جھوٹ بولنا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے جھوٹ بولنے کو بت پرستی کے ساتھ جوڑ کر اس طرح ارشاد فرمایا ہے: وَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (ج۔۳۰) ''بچو بت پرستی کی نجاست سے اور بچو جھوٹ بولنے سے''۔ (معارف القرآن۔۱/۱۲۹)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب تہائی رات باقی رہ جاتی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگو! اللہ کو یاد کرو۔ پہلا صور پھونکا جانے والا ہے اور اس کے بعد دوسرا پھونکا جائے گا۔ موت آ پہنچی اپنی سختیاں لے کر، موت آ پہنچی اپنی سختیاں لے کر (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ تم کیوں پڑے سو رہے ہو؟ تم تو آرام سے ایسے سوئے جیسے نہ مرنا ہے نہ حساب و کتاب سے واسطہ پڑنا ہے اٹھو! اٹھو! اللہ کو یاد کرو، موت سر پر کھڑی ہے اور تم سو رہے ہو

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اسلام کے پانچ بنیادی ستون

عن ابن عمر رضی اللّٰه عنهما قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا اللّٰه و ان محمدا عبده ورسوله و اقام الصلوٰة و ایتاء الزکوٰة والحج و صوم ورمضان. (متفق علیه)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ یہ پانچوں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے۔ پس کلمہ شہادت خیمہ کے درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں۔ اگر درمیانی لکڑی نہ ہوتو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں سے کوئی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا مگر جو نسے کونے کی لکڑی ہوگی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہئے کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کون سا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں، حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ (فضائل نماز)

اسلام کا پہلا رکن کلمہ شہادت

حدیث پاک میں جیسا کہ معلوم ہوا کہ پہلا رکن کلمہ شہادت ہے، اس کو سیکھنا (اس کے مفہوم کو سمجھنا اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا، اپنے عقائد درست کرنا، نیز ایمان سے دور کر دینے اور کفر وشرک سے قریب کر دینے والے افعال واقوال سے بچنے کا اہتمام سب کچھ اس میں شامل ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے مومنین کو بطور خاص مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِکَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا. (نسآء ۱۳۶)

''اے ایمان والو! (یعنی جو مجملاً ایمان لا کر مومنین کے زمرہ میں داخل ہو چکے ہو) یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو نازل کی ہے اپنے رسول (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ کرے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا۔''

مفسرین فرماتے ہیں یہاں پر باوجود یہ کہ اہل ایمان ایمان لا چکے پھر بھی ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مقصود اپنے ایمان کی اصلاح ہے اور اس میں جو کمی کوتاہی ہے اس کو مکمل کرنا ہے یعنی اخلاص اور صدق پیدا کرنا اور مفسدات ایمان سے

اجتناب کرنا اور اس میں کمزوری لانے والے اعمال سے توبہ کرنا۔
نیز جو علم اور عمل ایمان سے تعلق رکھتے ہیں ان کا حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا اور مرتے دم تک اس پر دوام اور ثابت قدم رہنا سبھی اسی میں داخل ہے اور جو شخص اس حکم کے موافق اپنا ایمان بنانے میں کامیاب ہوگیا وہی ہدایت یافتہ اور کامیاب ہے۔
اور جو شخص انکاری ہوا اور راہ مستقیم کے بجائے عذاب الیم تک پہنچانے والی راہ اختیار کرلے تو اس سے بڑی گمراہی اور کیا ہوسکتی ہے۔ (خلاصہ تفسیر سعدی) (بقیہ تفصیل آئندہ درس میں)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ مناظر دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ حالات سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے (میں سن رہا ہوں کہ) آسمان (اللہ کے ڈر سے) چر چر بولتا ہے اور اس کو چاہئے بھی کہ یہی کہ اس طرح بولے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی سجدہ میں رکھے ہوئے اللہ کو سجدہ کئے نہ پڑا ہو۔

پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر تم کو وہ چیزیں معلوم ہو جائیں جن کو میں جانتا ہوں تو ضرور تم کم ہنسو اور بہت روؤ اور بچھونوں پر عورتوں سے لذت حاصل نہ کرو اور جنگلوں کو نکل کر اللہ ہی سے لو لگالو اس کو روایت کر کے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ شَجَرَةً تُعْضَدُ (یعنی کاش میں انسان نہ ہوتا ایک درخت ہی ہوتا جو کاٹ کر پھینک دیا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

دوسرا رکن نماز

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا اللّٰہ و ان محمدا عبده ورسوله و اقام الصلوٰة و ایتاء الزکوٰة والحج و صوم ورمضان. (متفق علیه)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(سب سے اول) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

ایک حدیث شریف میں ہے: بندے اور اس کے کافر ہونے میں نماز چھوڑنے کی دیر ہے۔''

اسی بناء پر بڑے بڑے صحابہ جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ کا بھی یہ مذہب نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ نماز اسلام کا بہت بڑا شعیرہ (علامت) ہے اور اسلام کی ایسی علامت میں سے ہے جس کے جاتے رہنے سے اگر اسلام کے جاتے رہنے کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اور نماز میں بہت ہی مناسبت (ہم آہنگی) اور موانست ہے اور نیز اسلام کے معنی کو خدا کے حکم سے سر جھکا دینے کا نام نماز ہی خوب ادا کرتی ہے اور جس کو نماز سے حصہ نہ ملا اور محروم رہا تو وہ اسلام سے کیا لے چلا بجز اسلام کے نام کے جس کا عنداللہ کچھ اعتبار نہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ اردو)

اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو آخری وصیت اپنی امت کو فرمائی تھی اس میں بھی سب سے پہلے نماز ہی کی تاکید تھی۔

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نماز صرف ایک دینی عمل ہی نہیں بلکہ دینی نظام (عبادات) میں اس کا وہ مقام ہے جو انسان کے جسمانی نظام میں اس کے قلب اور روح کا مقام ہے۔ قلب کے بارے میں مشہور حدیث ہے کہ اس کے صلاح و فساد پر پورے وجود انسانی کے صلاح و فساد کا مدار ہے۔ (**اذا صلح صلح الجسد کله واذا فسد فسد الجسد کله**) اسی طرح نماز کے بارے میں بعض حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کو جانچا جائے گا، اگر بندے کی نماز اچھی نکلی تو وہ کامیاب و بامراد ہوگا اور وہ ناقص و خراب نکلی تو وہ نامراد اور خسارے میں رہے گا۔ اور بعض روایات میں اس طرح ہے کہ جس بندے کی نماز ٹھیک نکلے گی اس کے سارے عمل ٹھیک مانے جائیں گے اور جس کی نماز خراب ہوگی اس کے سارے عمل خراب قرار دیئے جائیں گے۔ نماز کی عظمت و اہمیت کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے یہ دعا نقل کی گئی ہے: **رب اجعلنی مقیم الصلوٰة و من ذریتی** ''اے میرے رب مجھے ایسا کر دے کہ میں اچھی نماز ادا کرنے والا ہو جاؤں اور میری نسل سے بھی۔'' (تحدیث نعمت ص ۲۲۹)

بلکہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند اور حضرت ہاجرہ کی بے بسی اور خستہ حالی ذکر کرنے کے بعد سب سے پہلے جو دعا کی وہ یہ تھی لیقموا الصلوٰۃ کہ ان کو نماز کا پابند بنادے کیونکہ نماز دنیا و آخرت کی خیرات و برکات کے لئے جامع ہے۔ (معارف القرآن بتغیر 265/5)

اقامت صلوٰۃ کا مفہوم

اقامت کے معنی محض نماز پڑھنے کے نہیں بلکہ نماز کو ہر جہت سے اور ہر حیثیت سے درست کرنے کا نام اقامت ہے، جس میں نماز کے تمام فرائض وواجبات مستحبات اور پھر ان پر دوام والتزام یہ سب اقامت کے مفہوم میں داخل ہے۔ (معارف القرآن)

اسی کے مقابل اضاعت صلوٰۃ میں جس کے متعلق قرآن وحدیث میں نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا. (مریم ۵۹)

''پھر ان (مذکورین انبیاء وصلحاء) کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے۔''

یعنی وہ تو اگلوں کا حال تھا کہ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے مضامین سے متاثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے اور اس کو یاد کر کے روتے تھے یہ پچھلوں کا حال ہے کہ دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے، نماز جو اہم عبادت ہے اسے ضائع کر دیا، بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے، بعض نے فرض جانا مگر پڑھی نہیں، بعض نے پڑھی تو جماعت اور وقت وغیرہ شروط وحقوق کی رعایت نہ کی۔ ان میں سے ہر ایک درجہ بدرجہ اپنی گمراہی دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے۔ اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے حتی کہ ان میں بعض کو جہنم کی اس بدترین وادی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ''غَیّ'' ہے۔ (تفسیر عثمانی)

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اضاعت صلوٰۃ کسے کہتے ہیں

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

نماز کے ضائع کرنے سے مراد جمہور مفسرین عبداللہ بن مسعودؓ نخعی، قاسم مجاہدؒ، ابراہیمؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ کے نزدیک نماز کو اس کے وقت سے موخر کر کے پڑھنا ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ نماز کے آداب وشرائط میں سے کسی میں کوتاہی کرنا جس میں وقت بھی داخل ہے اضاعت نماز میں شامل ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد بے جماعت کے گھر میں نماز پڑھ لینا ہے۔ (قرطبی، بحرمحیط)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال حکومت (یعنی گورنروں) کو یہ ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا تھا: **ان اھم امرکم عندی الصلوۃ فمن ضیعھا فھو لما سواھا اضیع (موطا مالک)** ''میرے نزدیک تمہارے سب کاموں میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے تمام احکام دین کو اور بھی زیادہ ضائع کرے گا''

حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز کے آداب اور تعدیل ارکان میں کوتاہی کرتا ہے یعنی رکوع سجدے جلدی جلدی کرتا ہے تو اس سے دریافت فرمایا کہ تم کب سے ایسی نماز پڑھتے ہو اس نے کہا چالیس سال سے حضرت حذیفہ نے فرمایا تم نے ایک بھی نماز نہیں پڑھی اور اگر تم اسی طرح کی نمازیں پڑھتے ہوئے مر گئے تو یاد رکھو کہ فطرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرو گے۔

ترمذی میں حضرت ابومسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو نماز میں اقامت نہ کرے۔ مراد یہ کہ رکوع اور سجدہ میں اور رکوع سے کھڑے ہو کر یا دو سجدوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونے یا سیدھا بیٹھنے کا اہتمام نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص نے وضو اور طہارت میں کوتاہی کی یا نماز کے رکوع سجدے میں یا ان دونوں کے درمیان سیدھا کھڑا ہونے بیٹھنے میں جلد بازی کی اس نے نماز کو ضائع کر دیا۔

حضرت حسنؒ نے اضاعت صلوۃ اور اتباع شہوات کے بارے میں فرمایا: ''کہ مسجدوں کو معطل کر دیا اور صنعت وتجارت اور لذات وخواہشات میں مبتلا ہو گئے۔''

امام قرطبی ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ آج اہل علم اور معروف بالصلاح لوگوں میں ایسے آدمی پائے جاتے ہیں جو نماز کے آداب سے غافل محض نقل وحرکت کرتے ہیں۔ چھٹی (صدی) ہجری کا حال تھا جس میں ایسے لوگ خال خال پائے جاتے تھے۔

آج یہ صورت حال نمازیوں میں عام ہو گئی۔ الا ماشاءاللہ، **نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا و سیئات اعمالنا۔** (معارف القرآن)

نیز ایک جگہ ارشاد ہے **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ۔**

"سوایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جواپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں۔ جوایسے ہیں کہ (جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں۔"

یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے۔ یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت بے وقت کھڑے ہو گئے باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا۔ پھر بھی پڑھی تو چار ٹکریں لگالیں۔ کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا خدا صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہونے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع (عاجزی فروتنی) کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو یہ سب صورتیں **صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ** میں درجہ بہ درجہ داخل ہیں **كما صرح به بعض السلف** (یعنی یہ وعید نماز چھوڑنے والوں کے لئے تو ہے ہی مگر یہ ان کے لئے بھی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں مگر اس کے آداب و شرائط کا لحاظ نہیں کرتے، نماز کی روح کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ نماز کی روح کیا ہے: اس کے لئے امام عارف باللہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ارشاد ہے: "اللہ کے سامنے حضوری اور سکینت ومحبت آمیز تعظیم کے ساتھ اس کے جلال و جبروت کا تصور اور گہرا دھیان بس یہی نماز کی روح ہے۔" (تحدیث نعمت ص ۲۷۰)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنا گھر لیپ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے فرمایا اے عبداللہ کیا کر رہے ہو؟ میں نے کہا یارسول اللہ یہ تھوڑا سا گھر درست کر رہے ہیں آپ نے فرمایا موت اس سے بھی پہلے آجانے والی ہے۔ (احمد و ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ اس کے سنوارنے میں لگے ہوئے ہو اور اجل سر پر کھڑی ہے نہ معلوم کب آجائے گھر سنور بھی نہ سکے اور موت آپہنچے، اس سے اچھا یہی ہے کہ اپنے عمل ہی سنوارنے میں انسان لگے اتنی زندگی کا بھی بھروسہ نہیں جتنی دیر میں گھر درست کیا جائے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔ ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

ادائے زکوٰۃ وفریضہ حج

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (سب سے اول) لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے بہت سے مقامات پر نماز اور ایمان کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ۔ ''اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کی عبادت کریں ایک رخ ہوکر خالص اس کی اطاعت کی نیت سے اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی محکم دین ہے۔

اور دوزخیوں کے حال کی حکایت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ (المدثر۴۳)
''ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے۔''

اسی طرح سورہ ماعون میں جہاں نماز میں کوتاہی کرنے والوں کو ''عذاب ویل'' سے ڈرایا گیا ہے وہیں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ **و یمنعون الماعون** (اور جو زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے)

نیز زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے:
وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ (توبہ۶۵)

''جو لوگ سونا چاندی جمع کر کے (خزانہ کے طور پر) رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ وہ اس دن ہوگا جس دن ان (سونے چاندی) کو جہنم کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے (ان) لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں (پسلیوں) اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا (اور یہ جتلایا جائے گا کہ) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔''

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ رکھے کہ پکتے ہوئے دھات کا ذرا سا داغ بھی سخت اذیت پہنچانے والا ہوتا ہے۔ چہ جائیکہ جتنا زیادہ مال ہوا تنے ہی زیادہ داغ آدمی کو دیئے جائیں گے۔ چند روز ان سونے چاندی کے ٹھیکروں کو اپنے پاس رکھ کر کتنی سخت مصیبت کا سامنا ہے۔ (فضائل صدقات)

بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک گنجا سانپ (جس کے زہر کی کثرت اور شدت کی وجہ سے

اس کے سر کے بال بھی جاتے رہے ہوں) بنایا جائے گا، جس کے منہ کے نیچے دو نقطے ہوں گے (یہ بھی زہر کی زیادتی کی علامت ہے) اور وہ سانپ اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس شخص کے دونوں جبڑے پکڑ لے گا اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ولا یحسبن الذین یبخلون (آل عمران ۱۸۰)

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ سانپ جس گھر میں بھی نکل آتا ہے دہشت کی وجہ سے اندھیرے میں اس گھر میں بھی جانا مشکل ہو جاتا ہے کہ کہیں لپٹ نہ جائے لیکن اللہ تعالیٰ کا پاک رسول فرماتا ہے کہ یہی مال جس کو آج محفوظ خزانوں اور لوہے کی الماریوں میں رکھا جاتا ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر کل کو سانپ بنا کر تمہیں لپٹا دیا جائے گا۔ گھر کے سانپ کا لپٹنا ضروری نہیں محض محتمل ہے کہ شاید وہ لپٹ جائے اور اس شاید اور احتمال پر بار بار فکر و خوف ہوتا ہے کہیں ادھر سے نہ نکل آئے ادھر سے نہ نکل آئے اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر اس کا عذاب یقینی ہے مگر پھر بھی اس کا خوف ہم کو نہیں ہوتا۔[۱] (فضائل صدقات ص ۲۳۹)

چوتھا رکن حج بیت اللہ

چوتھا رکن حج ہے جس کے متعلق حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللّٰہ غنی عن العلمین. (آل عمران: ۹۷)

''اور اللہ جل شانہ (کے خوش کرنے) کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی خانہ کعبہ) کا حج (فرض) ہے۔ اس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ جل شانہ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام جہان سے غنی ہیں (ان کو کیا پرواہ)

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پاک گھر میں جمال خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لئے اسے مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اس جمیل مطلق اور محبوب برحق کے عشق و محبت کے جذبے کا اظہار کرتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ جسے اس کی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیارِ محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے۔ جو مدعی محبت اتنی تکلیف اٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے۔ خود محروم و مہجور رہے گا۔ اس محبوب حقیقی کو کیا پرواہ ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو اس کا کیا بگڑتا ہے۔ احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ حج فرض ہونے کی حکمتوں کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ نیاز مندی دو قسم کی ہوتی ہے ایک نیاز مندی خادمانہ خادم کی نیاز مندی اپنے آقا اور بادشاہ کے سامنے۔ دوسری نیاز مندی عاشقانہ عاشق کی محبوب کے ساتھ۔ پہلی قسم کی نیاز مندی کو مناسب ہے کہ درباری لباس پہن کر بڑے ادب اور وقار سے مالک کے دربار میں حاضر ہو اور تمام حکام اور مربیوں کی اطاعت سے کان پر ہاتھ رکھ کر اطاعت کا اقرار کرے، ہاتھ باندھ کر حکم کا منتظر رہے، جھک کر تعظیم دے، زمین پر ماتھا رکھے، یہ رنگ نماز کا ہے۔

اور عاشقانہ نیاز میں ضرور ہے کہ عاشق اپنے محبوب کے سامنے بھوک اور پیاس بھی نہ دیکھے، نہایت درجے اس عزیز

---

[۱] آج کل بفضلہٖ تعالیٰ دولت کی اس قدر فراوانی ہے کہ متوسط طبقے میں شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جہاں علاوہ نقد روپیہ جائیداد کے سونے چاندی کے زیورات موجود نہ ہوں اور ہر والدین اپنی بچیوں کو جہیز میں دینے کے لئے اس کا جو کچھ اہتمام کرتے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کیا ہمیں ان کی زکوٰۃ ادا کرنے اور ان کے متعلق مسائل معلوم کرنے کا اس قدر اہتمام ہے؟ جتنا کہ حدیث شریف کا تقاضا ہے اور جتنی اس کی تاکید آئی ہے؟ اور اس سے لاپروائی برتنے پر شدید وعید آئی ہے؟

انسان کو بھی کہ انسان ماں باپ کو چھوڑ کر اس سے متحد اور ایک جسم ہو جاتا ہے۔ کچھ دیر کے لئے ترک کردے اور جہاں یقینی طور پر سن لیا ہو کہ میرے محبوب کی عنایت اور توجہات کا مقام ہے وہاں دوڑتا کودتا سر کے عمامہ اور ٹوپی سے بے خبر پہنچے پروانہ وار وہاں فدا ہو، کہیں دشمنوں کی روک ٹوک کی جگہ سن پائے تو وہاں پتھر چلائے یہ رنگ حج کا ہے۔ (احکام اسلام عقل کی نظر میں ص ۱۴۰)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر سو گئے جب آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے جسم مبارک میں چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں تو ہم آپ کے لئے اچھا بچھونا کر دیا کریں اور آپ کے لئے آرام کی چیزیں مہیا کریں۔ آپ نے جواب دیا مجھے دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی تو بس ایسی مثال ہے جیسے کوئی مسافر راہ چلتے ہوئے کسی درخت کے نیچے سایہ لینے کے لئے بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔ (احمد و ترمذی)

یعنی دنیا ہمارے لئے صرف اس راستہ کے درخت کی طرح ہے جس کے نیچے ذرا دیر کے لئے کوئی مسافر بیٹھ جائے۔ بھلا اتنی سی دیر کے لئے کون بلڈنگ تعمیر کرے اور کون اچھے بستر بچھائے اور لذتوں میں پڑے۔ جو دنیا میں آیا ہے وہ آخرت کی طرف جا رہا ہے وہیں اس کی منزل ہے منزل مقصود پر پہنچنے سے پہلے آرام کرنا ناسمجھوں کا کام ہے جو راستہ میں آرام سے پڑ گیا وہ منزل پر کہاں پہنچے گا؟ (احمد و بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ جیسے تو پردیسی ہے یا جیسے تو راستہ میں جا رہا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے آپ کو تو مردوں میں شمار کر (یعنی یہ سمجھ کہ موت ابھی آجانے والی ہے یا یہ سمجھ کہ میں مر چکا ہوں، حساب کتاب درپیش ہے، اللہ کے حساب لینے سے پہلے خود اپنا حساب کرلے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ شام ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کر اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کر اور بیماری کے زمانے کے لئے تندرستی میں عمل کر کے رکھو یعنی تندرستی کو غنیمت سمجھو۔ بیمار ہونے پر عمل کم ہو جائیں گے یا ختم ہو جائیں گے پھر فرمایا موت کے لئے اپنی زندگی میں عمل کر کے رکھ۔ (مشکوٰۃ شریف)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

پانچواں رکن ماہ رمضان کے روزے

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شهادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ والحج و صوم ورمضان. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔(سب سے اول) لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا (یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔''

پانچواں رکن روزہ ہے جس کے متعلق رب العالمین کا ارشاد ہے:
يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. (بقرہ ۱۸۲)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم متقی (پرہیز گار) بن جاؤ۔''

یہ حکم روزے کے متعلق ہے جو ارکان اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں، ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے۔ اس لئے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا۔ روزے سے نفس کو اس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اس کو ان مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی بن جاؤ گے۔ بڑی حکمت روزے میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ (تفسیر عثمانی۔ بقرہ)

ارکان اسلام سے متعلق ترغیب وفضائل کے لئے ملاحظہ ہوں حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے رسائل مفیدہ۔ فضائل نماز، فضائل رمضان، فضائل صدقات، فضائل حج اور دیگر تصانیف۔ نیز مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ کے رسائل ''قرآن آپ سے کیا کہتا ہے'' ''اسلام کیا ہے'' وغیرہ۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

تکمیل ایمان کی ایک علامت

عن عبداللّٰه بن عمر و رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به. (کذا فی المشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میری تعلیمات کے تابع نہ ہوجائیں۔''

حدیث پاک کا مقصد یہ ہے کہ جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے انہیں نہایت خوشی سے انجام دے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اس سے اسے نفرت ہوجائے اور یہی اس کی طبیعت ثانیہ بن جائے جس کا اثر اس کی شکل وصورت، وضع قطع، حرکات و سکنات اور معاملات و عادات میں نمایاں ہو، یہی اس کی تمام دلچسپیوں کا مرکز ہو اسی میں اسے دین و دنیا کی کامیابی نظر آئے اور وہ اسی پر مر مٹنے کے لئے ہر وقت دل و جان سے تیار ہو اور جو اس میں حارج اور مانع ہو اسے اپنا سب سے بڑا حریف اور دشمن تصور کرے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ یہ مضمون مختلف پیرایہ میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے:

فَلا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (نسآء ۶۵)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ (جو صرف زبانی ایمان ظاہر کرتے پھر رہے ہیں عنداللہ) ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے فیصلہ کرادیں پھر اس آپ کے فیصلے سے اپنے دلوں میں (انکار کی) تنگی نہ پاویں اور (اس فیصلہ) کو پورا پورا (ظاہر سے باطن سے) تسلیم کرلیں۔''

''یعنی خوب سمجھ لینا چاہئے'' ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلے اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے اس وقت تک ہرگز ان کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا۔ اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔ (تفسیر عثمانی۔ نسآء)

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے اس قدر مطابق کرچکے ہیں کہ ان کی زبان حال پکار کر کہہ رہی ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۔ (بقرہ ۱۳۸)

''ہم (دین کی) اس حالت پر رہیں گے جس میں (ہم کو) اللہ تعالیٰ نے رنگ دیا ہے (اور رنگ کی طرح ہمارے رگ و ریشہ میں بھر دیا ہے) اور (دوسرا) کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ (کے رنگ دینے کی حالت) سے خوب تر ہو اور (اسی لئے) ہم اس کی غلامی اختیار کئے ہوئے ہیں۔''

اللہ کے رنگ میں رنگے جانے کی خوبی کا اندازہ اسی وقت

ہوسکتا ہے جبکہ دوسرا اس کے برعکس نمونہ سامنے ہو۔ ایک وہ بندہ جس کا ایمان ایسا پختہ ہو کہ اس کے اثر سے اس کے قلب وخشوع وخضوع اور اعضاء میں کامل انقیاد واتباع آ گیا ہو، جو ہر خوبی اور ہر کمال کو اپنی ذات میں جمع کرنے کے درپے ہو اور ہر بری بات برے اخلاق چھوڑ کر اس سے نفرت کرنے لگا ہو، اس کا ہر قول و فعل صدق وصفا، صبر وتحمل، بردباری پاکبازی اور شجاعت اور ہر قسم کی بھلائی سے بھرپور ہو اور محبت الٰہی خوف وخشیت اور رجاء والی کیفیت اس کے شامل حال ہو۔ یعنی اپنے رب کی رضا جوئی اور اس کے بندوں کی خیر خواہی اس کے تمام اعمال کا ماحصل اور نچوڑ ہو اور اسی کے برعکس وہ بندہ جو اپنے خالق و مالک کا نافرمان ہو، اس کے حکم سے سرتابی کرنے والا ہو، اپنے محسن حقیقی کی احسان فراموشی کے ساتھ اپنے جیسی دیگر مخلوق کا دست نگر ہو اور ہر بری بات، برے اخلاق سے متصف ہو کفر وشرک، کذب وخیانت مکر وخداع، بدکاری وبداخلاقی اس کے ہر قول وفعل سے ٹپکتی ہو، نہ اپنے معبود کی رضا جوئی کی فکر نہ اس کے بندوں کی خیر خواہی کا خیال۔ جب ان دونوں مثالوں کو آمنے سامنے کر کے دیکھیں تو اللہ کے رنگ میں رنگے جانے والوں کی قدر ومنزلت کا اندازہ ہوگا کہ اللہ کے رنگ میں رنگے جانے سے بڑھ کر کوئی خوبی نہیں اور دین سے دور ہو کر کسی اور رنگ میں رنگے جانے سے بدترین کوئی شے نہیں۔ (ماخوذ از تفسیر سعدی)

اے اللہ ہمیں پکا سچا مومن بنا اور ہمیں سچائی کی راہ پر چلا اور محض اپنے فضل وکرم سے اپنے رنگ میں رنگے جانے والوں میں شامل فرما۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی کپڑا نہ تھا۔ اس چٹائی کی بناوٹ کے نشان آپ کے مبارک جسم پر پڑ گئے تھے اور آپ نے ایک چمڑے کے تکئے سے ٹیک لگا رکھی تھی۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بہت مال ودولت دیوے۔ دیکھئے فارس اور روم کے لوگوں کے پاس کتنی دولت ہے حالانکہ وہ اللہ کو پوجتے بھی نہیں۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا: اَفِیْ ھٰذَا اَنْتَ یَاابْنَ الْخَطَّابِ یعنی خطاب کے بیٹے تو (ابھی) اسی میں پڑا ہوا ہے (کہ کافروں کی طرح ہمیں بھی دنیا مل جائے۔ ہمارا اور ان کا کیا جوڑ۔ وہ تو دنیا ہی میں مزے دے کر آخرت سے محروم کر دیئے گئے ہیں کیا تو اس پر راضی نہیں کہ ان کو دنیا ملے اور ہم کو آخرت ملے؟) (بخاری ومسلم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسا رکھا ہم اس پر راضی ہوں۔ غیروں کو اللہ نے دنیا دی اور ہم کو آخرت دی تو اب ہم دنیا والے کیوں بنیں۔ دنیا تو تنگی وسختی میں گزر جائے گی اور آخرت میں ہم ہی اچھے رہیں گے۔

دُعا کیجئے

☆ یاالٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

☆ یااللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یااللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

ایمان کی حلاوت

عن انس رضی اللّٰہ عنہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان. من کان اللّٰہ ورسولہ احب الیہ مما سوا ھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللّٰہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار. (متفق علیہ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین باتیں جس کو حاصل ہوگئیں اسے ان کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگئی۔ جسے ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہو اور یہ کہ وہ کسی شخص سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹنے سے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے اسے اس سے بچالیا ایسا بھاگے (اور نفرت کرے) جیسا کہ آگ میں جھونک دیئے جانے سے بھاگتا (اور نفرت کرتا) ہے''۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین باتیں جس کو حاصل ہوگئیں اسے ان کی بدولت ایمان کی حلاوت نصیب ہوگئی۔ جسے ہر شے سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت ہو اور یہ کہ وہ کسی شخص سے خالصۃً لوجہ اللہ محبت رکھے اور یہ کہ وہ کفر کی طرف لوٹنے سے جبکہ حق تعالیٰ شانہ نے اسے اس سے بچالیا ایسا بھاگے (اور نفرت کرے) جیسا کہ آگ میں جھونک دیئے جانے سے بھاگتا (اور نفرت کرتا) ہے''۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث شریف اسلام کے زریں اصولوں میں سے ایک عظیم الشان اصل ہے۔ حلاوت ایمانی سے مراد اطاعت وعبادت کا چسکا لگ جانا (اس میں مزا آنے لگنا) اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مرضیات پر چلنے کے لئے مشقتیں[1] برداشت کرنا اور اس کے آگے دنیا کی تمام چیزوں کو ہیچ سمجھنا اور بندے کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا مطلب اس کے فرمان کو مان کر چلنا اور اس کی مخالفت چھوڑ دینا ہے اور یہی مطلب ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا بھی۔ (شرح مسلم/کتاب الایمان)

حدیث پاک میں حلاوت ایمانی کی تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنا۔

حب الٰہی اور حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیار خود قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران ۳۱)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ اگر تم (بزعم خود) خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کردیں گے اور اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے اور بڑی عنایت فرمانے والے ہیں۔''

---

[1] انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کی محبت اس کے دل میں سما جاتی ہے وہ اس کے حصول کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ دنیا کے متوالے اس فانی دنیا کی محبت پر آج بھی اپنا عیش وآرام، گھربار، بیوی بچے، ماں باپ اور اپنے وطن سب کچھ قربان کرنے میں لگے ہیں۔

یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اس کو اتباع محمدی کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو جس قدر حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ پر چلتا ہے اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعل راہ بناتا ہے اسی قدر سمجھنا چاہئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط اور مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

ایک مومن کے لئے اس سے بڑھ کر خوشی اور مزے کی اور کیا بات ہوگی کہ اس کا مالک حقیقی اس سے محبت کرنے لگے۔ مالک روز جزاء اس کے گناہوں سے درگزر فرمادے۔

(2) کسی سے اللہ کے لئے محبت کرنا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (یونس ۶۲)

"یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"

ایک حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں۔ کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ۴/۵۴۹ نقلاً عن ابن مردویہ)

ایک سچے عاشق کو اپنے محبوب کی ہر چیز سے پیار ہوتا ہے حتی کہ اسے اپنے محبوب کا کتا بھی پیارا ہوتا ہے۔ محبوب کے دیار میں جانا، اس کے در و دیوار کا چکر لگانا اور اس سے لگ کر بیٹھنا، اسے تکنا، اسے چومنا، یہ سب اس کے لئے بڑے لطف و سرور کی بات ہوتی ہے، اور اگر قسمت سے محبوب کا قریبی آدمی اس کا دوست بن جائے تو اس سے بڑی خوشی اس کے لئے اور کچھ نہیں اور اگر اسے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس آدمی سے ملاقات، بات رکھنا محبوب کا عین منشا ہے تو پھر اس سے ملنے اور باتیں کرنے میں اسے جو مزا آئے گا اس کا کچھ اندازہ اسی کو ہو سکتا ہے جو محبت کے مزوں سے آشنا ہوا اور محبوب حقیقی کی بے مثال اور لازوال محبت کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔ اس کے تعلق والوں سے محبت کا لطف ہی کچھ دوسرا ہے۔ جن کو اس کا مزا آ گیا انہیں پھر کس چیز کا خوف اور کیسا فکر و غم **لا خوف علیهم و لا هم یحزنون** بلکہ محبوب حقیقی کی مزید عنایات اس پر سایہ فگن ہو جاتی ہیں۔

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (یونس ۶۴)

"ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ بدلتی نہیں اللہ کی باتیں (یعنی اللہ کے وعدوں میں فرق نہیں آتا اس کا وعدہ سچا اور پکا ہوتا ہے) یہی ہے بڑی کامیابی"۔

(۳) کفر سے ایسی نفرت وحشت ہو جیسی وحشت بھڑکتی آگ میں دھکیلے جانے سے، ایمان کا حقیقی لطف تو بس اسی کو آتا ہے جس میں یہ تینوں وصف موجود ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف و کرم سے ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ عطا فرمادے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

استقامت کی طلب

عن سفیان بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنہ قال قلت یا رسول اللّٰہ قل لی فی الاسلام قولاً لا اسال عنہ احداً بعدک و فی روایۃ غیرک قال قل آمنت باللّٰہ ثم استقم ۔ (مسلم/کتاب الایمان)

ترجمہ: ''حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے اسلام سے متعلق کوئی ایسی جامع بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پر ایمان لاؤ اس کے بعد استقامت اختیار کرو۔''

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ ۔ وَلَکُمْ فِیْھَا مَاتَشْتَھِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْھَا مَا تَدَّعُوْنَ ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۔ (حم سجدہ ۳۰-۳۲)

''جن لوگوں نے اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت پر خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کا تمہارا جی چاہے گا موجود ہے، اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے۔ یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے۔''

یعنی دل سے اقرار کیا اور اس پر قائم رہے اس کی ربوبیت والوہیت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا نہ اس یقین سے مرتے دم تک ہٹے، نہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلا، جو کچھ زبان سے کہا تھا اس کے مقتضاء پر اعتقاداً اور عملاً جمے رہے، اللہ کی ربوبیت کاملہ کا حق پہچانا، جو عمل کیا خالص اس کی خوشنودی اور شکر گزاری کے لئے کیا۔ اپنے رب کے عائد کئے ہوئے حقوق و فرائض کو سمجھا اور ادا کیا۔ غرض ماسوا سے منہ موڑ کر سیدھے اسی کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی کے راستہ پر چلے۔ ایسے مستقیم الحال بندوں پر موت کے قریب اور قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد قبروں سے اٹھنے کے وقت اللہ کے فرشتے اترتے ہیں جو تسکین و تسلی دیتے اور جنت کی بشارت سناتے ہیں، کہتے ہیں کہ اب تم کو ڈرنے اور گھبرانے کا کوئی موقع نہیں رہا، دنیائے فانی کے سب فکر و غم ختم ہوئے۔ اور کسی آنے والی آفت کا اندیشہ بھی نہیں رہا۔ اب ابدی طور پر ہر قسم کی جسمانی و روحانی خوشی اور عیش تمہارے لئے ہے اور جنت کے جو وعدے انبیاء علیہم السلام کی زبانی کئے گئے تھے۔ وہ اب تم سے ایفاء کئے جانے والے ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کے ملنے کا یقین حاصل ہونے پر کوئی فکر اور غم آدمی کے پاس نہیں پھٹک سکتا۔ (تفسیر عثمانی۔ حم سجدہ)

استقامت کا معنی و مفہوم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ استقامت لفظ تو چھوٹا ہے مگر مفہوم اس کا ایک عظیم الشان وسعت رکھتا ہے کیونکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و معاشرت، کسب معاش اور اس کی آمد و صرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کی قائم کردہ حدود کے اندر اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا رہے۔ ان میں سے کسی ایک باب کے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی ہو جائے تو استقامت باقی نہیں رہتی۔ (معارف القرآن ۴/۶۷۰)

اسی استقامت پر غفور رحیم کی مہمانی کا شرف حاصل ہوگا۔ سبحان الله وبحمده یہ کیسی عظیم خوشخبری ہے اور کیسی عزت وتوقیر ہے کہ یہ بندہ ضعیف رب العزت والجلال کا مہمان ہو۔

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ وہ جب بھی یہ آیت تلاوت فرماتے تو یہ دعا ضرور کرتے: اللهم انت ربنا فارزقنا الاستقامة ''اے اللہ آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں تو آپ ہمیں استقامت کی دولت سے نواز دیجئے۔''

نیز ایک حدیث میں استقامت کی تاکید ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

استقيموا ولن تحصوا واعلموا ان خير اعمالكم الصلوٰة ولا يحافظ على الوضوء الامؤمن. (ابن ماجة / الطهارة)

''استقامت اختیار کرو اور تم (پوری طرح) اس پر قابو نہیں پا سکتے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر شے نماز ہے اور وضو پر محافظت بجز مومن کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔''

یعنی ہر وقت باوضو رہنا مومن ہی سے ہوسکتا ہے۔

مشہور شارح حدیث علامہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ استقامت نام ہے حق کی اتباع کا اور انصاف اختیار کرنے کا اور راہ مستقیم پر دوام والتزام کا اور وہ اس طرح کہ تمام مامورات کو بجالایا جائے اور تمام منہیات وممنوعات سے کلیۃً اجتناب کرلیا جائے اور یہ ایک نہایت مشکل کام ہے اور اس میں کامیابی اسی کو ہوسکتی ہے جس کا قلب انوار قدسیہ سے روشن ہو چکا ہو اور نفسانی ظلمتوں اور کدورتوں سے پاک صاف ہو چکا اور حق کی خاص توفیق اور مدد اس کے شامل حال ہو اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہوا کرتے ہیں، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استقامت کا حکم ارشاد فرما کر یہ بھی ساتھ میں بتلا دیا کہ استقامت کا حق ادا کرنا اور اس کی انتہاء کو پالینا تمہارے بس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لئے آگے ارشاد فرمایا'' ولن تحصوا ''یعنی تم اس پر پورے اتر نہیں سکتے۔ احصاء کے اصلی معنی ہیں کسی چیز کا شمار کرنا اور اس کا احاطہ کرلینا۔

الحاصل استقامت سے نہ اس قدر غافل ہو جائیں کہ جو کچھ (عمل) میں لگے ہیں اسی پر بھروسہ کرلیں اور نہ ہی اپنے عجز و قصور اور عمل میں کوتاہی کو دیکھ کر اس کی رحمت سے مایوسی کا شکار ہو جائیں۔ (حاشیہ ابن ماجہ)

استقامت میں کوتاہی کا علاج

ایک جگہ رب کریم نے استقامت اختیار کرنے کے ساتھ استغفار کرتے رہنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے تاکہ استقامت میں جو کوتاہی ہم ضعیفوں سے ہو ہی جاتی ہے اس کا مداوا ہو جائے: فاستقيموا اليه واستغفروه (حم سجدہ ۶) ''سو سیدھے رہو اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ''۔

یعنی سب کو لازم ہے کہ تمام شئونو احوال میں سیدھے اسی خدائے واحد کی طرف رخ کر کے چلیں، اس کے راستے سے ذرا ادھر ادھر قدم نہ ہٹائیں اور پہلے ٹیڑھے ترچھے چلے ہیں، تو اپنے پروردگار سے اس کی معافی چاہیں اور اگلی پچھلی خطائیں بخشوائیں۔ (تفسیر عثمانی۔ حم سجدہ)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ میں لفظ ''الیه'' سے اخلاص پر تنبیہ کی گئی ہے کہ عمل کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اپنا مقصود اور اپنی غایت کہ جس کی وجہ سے عمل کر رہا ہے محض وصول الی اللہ اور وصول الی دار کرامتہ (اسکی نعمتوں کا گہوارہ یعنی جنت) کو بنائے۔ اس طرح اس کا عمل خالص اور نافع بن جائے گا اور اگر یہ (نیت خالص) عمل سے مفقود ہے تو پھر سارا کیا کرایا بیکار اور بارگاہ صمدیت میں ناقابل قبول ہے۔

اور چونکہ بندہ ہونے کا خاصہ ہے کہ استقامت کی حرص

(یعنی اس راہ پر چلنے کی دل و جان سے خواہش اور کوشش) کے باوجود کبھی ماموارت میں کمی کوتاہی اور منہیات و ممنوعات کا ارتکاب ہوہی جاتا ہے تو رب حکیم نے ساتھ ہی ساتھ اس کی تلافی کے لئے یہ حکم ارشاد فرمایا "واستغفروہ" اور اس سے معافی مانگتے رہو۔ یعنی توبہ واستغفار سے اپنے عجز وقصور کا مداوا کرتے رہا کرو۔ (تفسیر سعدی سورۃ فصلت)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک انصاریؓ مذاقی طبیعت کے آدمی تھے۔ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے سامنے کچھ ہنسانے کی باتیں کررہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاقانہ بے تکلفی میں) ان کی کوکھ میں ایک لکڑی چبھودی، اس انصاری نے کہا کہ آپ نے میرے لکڑی چبھودی جو مجھ پر ظلم ہوا لائیے بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: "آؤ بدلہ لے لو" انہوں نے کہا آپ کرتہ پہنے ہوئے ہیں اور میرے جسم پر کُرتہ نہ تھا (لہذا پورا بدلہ تو جب ہوگا جب آپ کے جسم پر بھی کُرتہ نہ ہو) یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کُرتہ اٹھالیا، جیسے ہی آپ نے اپنا کُرتہ بدن سے ہٹایا اُسی وقت وہ انصاری فوراً آپ سے چمٹ گئے اور آپ کے مبارک پہلو کو چومنے لگے اور عرض کیا اس ترکیب سے یارسول اللہ میں نے اپنا یہ مطلب نکالا ہے (کہ آپ کا مبارک پہلو چومنے کا موقع مل گیا) (ابوداؤد شریف)

یہ بات تو دوسری ہے کہ انصاری صحابیؓ نے بدلہ نہ لیا بلکہ آپ کے مبارک جسم سے لپٹنے اور مقدس جسم کو چومنے کا موقع نکال لیا۔ مگر یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ دینے کے لئے تیار ہوگئے اور کُرتہ اٹھا کر پورا پورا بدلہ دینا ضروری سمجھا۔ اُمت کو چاہئے کہ آخرت کی فکر کریں اور جس پر ذرا بھی ظلم ہوجائے فوراً اس کو راضی کریں بدلہ دیں یا معافی مانگیں۔

آخرت میں بدلہ دینے سے دنیا ہی میں بدلہ دینا اچھا ہے، اس میدان میں ذرا برابر بھی کسی پر ظلم نہ ہوگا۔ ہر شخص کو اس کا بدلہ دلا دیا جائے گا۔ استاد بچوں کو بے تحاشا مارتے ہیں اور اسی طرح ہر بڑا چھوٹے پر ناحق ہاتھ اُٹھا دیتا ہے۔ بعض جگہ دیور جیٹھ اپنی بھاوج کو پیٹ دیتے ہیں یہ سب ظلم ہے۔ ان سب سے معافی مانگنا ضروری ہے جن کو ناحق مارا پیٹا ہو یا گالی دی ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرمادیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

اپنے انجام کی فکر کریں

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان قلوب بین آدم کلھا بنی اصبعین من اصابع الرحمن کقلب واحد یصرفہ حیث یشآء ثم قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللھم مصرف القلوب صرف قلوبنا علی طاعتک . (مسلم / کتاب القدر)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام انسانوں کے دل حق تعالیٰ شانہ کی دو انگلیوں کے درمیان ایک قلب کی مانند ہیں وہ اسے جدھر چاہے پھیر دے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ! اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے قلوب کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔''

یعنی ہدایت و استقامت اور ضلالت و گمراہی اللہ ہی کی توفیق پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کے دل کو نیکی کی جانب مائل کر دیتے ہیں اور جس کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اس کے دل کو سیدھے راستے سے پھیر دیتے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی اشارہ ملا کہ اگر کسی کو ہدایت و استقامت کی توفیق ملی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنی دین داری اور دنیا سے دوری کوئی اپنا کمال نہ سمجھے اور اس پر نازاں ہو کر مطمئن اور بے فکر نہ ہو بیٹھے۔ بلکہ اس ہدایت اور حسن توفیق کو ایک بیش بہا نعمت الٰہیہ سمجھ کر اس کی قدر دانی کرے اور رب کریم کے اس احسان عظیم کو غنیمت جان کر اس کی بقاء و دوام کے اسباب کی جستجو میں لگا رہے۔

قرآن کریم میں اس کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد ہے:

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ (انفال ۲۴)

''اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان میں۔''

یعنی ''انسان کا قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کر دی جاتی ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ ''یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھئے'' (معارف القرآن۔۴/۲۱۰)

نیز اس آیت کا مطلب ایک اور طرح بھی بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ:

حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، کہ تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے، جدھر چاہے پھیر دے۔ بے شک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداء نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں جب بندہ امتثال احکام میں سستی اور کاہلی کرتا رہے تو اس کی جزاء میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنالے تو مہر کر دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ سورہ انفال)

نیز قرآن کریم میں راسخین فی العلم (علم دین میں پختہ کار و فہیم لوگوں) کی یہ خاص صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے انجام سے بے فکر اور مطمئن نہیں ہوتے، ہمیشہ اپنے رب کے حضور ان کی یہی التجا ہوتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

رَحۡمَةً اِنَّکَ اَنۡتَ الۡوَهَّاب رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوۡمٍ لَّارَیۡبَ فِیۡهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَاد ۔ (آل عمران ۸۔۹)

''اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت، تو ہی ہے سب کچھ دینے والا۔ اے ہمارے پروردگار (ہم یہ دعا کجی سے بچنے کی اور حق پر قائم رہنے کی کسی دنیاوی غرض سے نہیں مانگتے بلکہ محض آخرت کی نجات کے واسطے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ) تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں، بیشک اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ''

یعنی راسخین فی العلم اپنے کمال علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل وعنایت کے طلب گار رہتے ہیں تا کہ کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے اور خدا نہ کرے وہ دل سیدھے ہونے کے بعد کج نہ کر دیئے جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (امت کو سنانے کے لئے) اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے یَا مُقَلِّبَ الۡقُلُوۡبُ ثَبِّتۡ قَلۡبِیۡ عَلٰی دِیۡنِکَ۔ (تفسیر عثمانی)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ مقرر ہوئے تو بیت المال سے آپ کے لئے سالانہ ڈھائی ہزار درہم مقرر ہوئے (جو ہمارے یہاں کے حساب سے تقریباً 6250 روپے ہوتے ہیں) اسی پر آپ کا گزارا تھا۔ ایک روز بیوی نے کہا کہ میٹھا کھانے کو طبیعت چاہتی ہے فرمایا مجھے جو کچھ بیت المال سے ملتا ہے اس سے زیادہ تو نہیں لے سکتا ہوں۔ اسی میں سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کسی روز میٹھا پکا لینا۔ چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور چند روز کے بعد کوئی میٹھی چیز پکا کر سامنے رکھی۔ آپ نے فرمایا روزانہ تم کتنا بچاتی رہی ہو۔ انہوں نے کوئی خاص مقدار بیان کر دی (جو پیسہ آدھا پیسہ روز کے قریب ہوگی) اس پر آپ نے بیت المال کو لکھ بھیجا کہ میرے وظیفہ میں سے مستقل اتنی مقدار کم کر دی جائے کیونکہ میٹھا کھائے بغیر بھی گزارہ ہو سکتا ہے اور اہلیہ نے جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع کرا دیا۔

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

تدبیر تابع تقدیر

عن علی رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ما منکم من احدا لا وقد کتب مقعده من النار و مقعده من الجنة قالوا یا رسول اللّٰہ افلا نتکل علی کتابنا و ندع العمل قال اعملوا فکل میسر لما خلق له اما من کان من اهل السعادة فسیسر لعمل اهل السعادة و اما من کان من اهل الشقاوة فسیسر لعمل اهل الشقاوة ثم قرأ فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنی...... الآیة. (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کا دوزخی ٹھکانا اور جنتی ٹھکانا مقرر نہ کردیا گیا ہو۔ صحابہ نے عرض کیا تو پھر کیوں نہ ہم اپنی تقدیر پر بھروسہ کرکے عمل چھوڑ بیٹھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عمل میں لگے رہو کیونکہ جسے جس (ٹھکانے) کے لئے پیدا کیا گیا ویسے اعمال کے لئے اسے آسان کردیا گیا (یعنی) جو اہل سعادت میں سے ہوتا ہے تو اہل سعادت کے اعمال کے لئے اسے مقرر کردیا جاتا ہے۔ (یعنی انہیں اعمال کی طرف طبعی میلان اور دلچسپی اس کے دل میں ڈال دی جاتی ہے) اور جو اہل شقاوت میں سے ہوتا ہے تو اہل شقاوت کے اعمال کے لئے اسے آسان کردیا جاتا ہے (کہ وہ اسی طرف لپکتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فا ما من اعطی و اتَّقٰی وَصَدَّ قَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰی وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰی۔ (لیل ۵۔۱۰)

سو جس نے مال دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان مہیا کردیں گے (یعنی جو شخص نیک راستہ میں مال خرچ کرتا اور دل میں خدا سے ڈرتا ہے اور اسلام کی بھلی باتوں کو سچ جانتا اور ارشادات ربانی کو صحیح سمجھتا ہے اس کے لئے ہم اپنی عادت کے موافق نیکی کا راستہ آسان کردیں گے اور انجام کار انتہائی آسانی اور راحت کے مقام پر پہنچا دیں گے جس کا نام جنت ہے) اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دیں گے۔ (یعنی جس نے خدا کی راہ میں خرچ نہ کیا، اس کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی پرواہ نہ کی اور اسلام کی باتوں اور اللہ کے وعدوں کو جھوٹ جانا، اس کا دل روز بروز تنگ اور سخت ہوتا چلا جائیگا، نیکی کی توفیق سلب ہوتی چلی جائے گی اور آخر کار آہستہ آہستہ عذاب الٰہی کی انتہائی سختی میں پہنچ جائے گا۔ یہی عادت اللہ ہے کہ سُعداء جب نیک عمل اختیار کرتے ہیں اور اشقیاء جب بدعمل کی طرف چلتے ہیں تو دونوں کے لئے وہی راستہ آسان کردیا جاتا ہے جو انہوں نے تقدیر الٰہی کے موافق اپنے ارادہ اور اختیار سے پسند کرلیا ہے۔) (تفسیر عثمانی)

الحاصل حدیث بالا اور ان آیات کی روشنی میں ہمیں اپنے اعمال، اپنے مزاج، اپنی طبیعت اور اپنی دلچسپی کی چیزوں کا جائزہ لینا چاہئے کہ اہل جنت کے اعمال سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مطابقت ہے تو اس پر شکر الٰہی بجا لایا جائے اور اس میں مزید پختگی دوام والتزام کی کوشش کی جائے اور اگر خدانکردہ حالات وخیالات اعمال وافکار دوسرے گروہ کی بد

اعمالیوں کے مشابہ ہیں تو پھر ہمیں اس کی اصلاح کی فکر اور اس کی ہر ممکن تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اے اللہ ہمیں اہل سعادت والے اعمال کے لئے آسان فرما اور اہل شقاوت کے اعمال سے نفرت و بیزاری ہماری طبیعت بنا دے۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا۔ اس سے آمدنی کی ایک خاص مقدار روزانہ مقرر کر رکھی تھی کہ مجھے کما کر اتنی آمدنی روزانہ دیدیا کرو اس کے علاوہ تجھے آزادی ہے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ وہ غلام کچھ کھانا لے کر آیا اور اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا آپ اس میں سے ابھی ایک لقمہ ہی کھانے پائے تھے کہ اس غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ سوال فرمایا کرتے ہیں کہ یہ چیز کس ذریعے سے کمائی مگر آپ نے آج کچھ بھی نہ پوچھا۔ ارشاد فرمایا بھوک کی شدت سے معلوم کرنے کا دھیان نہیں رہا۔ اب بتاؤ، اس نے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر میرا گزر ہوا (ان کا ایک شخص بیمار تھا) میں نے کچھ منتر پڑھ کر دم کر دیا تھا۔ انہوں نے (اس کے عوض) مجھے کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا تھا۔ آج جو اُدھر سے میرا گزر ہوا تو چونکہ ان کے یہاں شادی تھی اس لئے انہوں نے مجھے دیا جو اس وقت آپ کے سامنے حاضر ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا "تو نے مجھے برباد ہی کرنے کا سامان کر دیا" اس کے بعد منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر وہ لقمہ (جو سخت بھوک کی حالت میں کھایا گیا تھا) نہ نکلا۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ پانی کے ذریعے قے ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بہت بڑا پیالہ پانی کا بھرا ہوا منگا کر اس میں سے تھوڑا تھوڑا پی کر قے فرماتے رہے حتیٰ کہ وہ لقمہ نکل آیا کسی نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں۔ آپ نے ایک لقمہ کی وجہ سے اتنی مشقت برداشت فرمائی۔ جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو جسم حرام سے پرورش پائے اس کے لئے (دوزخ کی) آگ بہت مناسب ہے۔ مجھے ڈر ہوا کہ اس لقمہ سے میرے جسم کا کوئی حصہ پرورش نہ پا جائے گا۔

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین

اے مسافرِ آخرت

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال اُخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بمنکبی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل، و کان ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما یقول اذا امسیت فلا تنتظر الصباح و اذا اصبحت فلا تنتظر المساء و خذ من صحتک لمرضک و من حیاتک لموتک . (بخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح ہو کر رہ جیسا کہ کوئی پردیسی یا راستہ چلنے والا رہتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح (تک زندگی) کا انتظار نہ کر اور جب صبح ہو جائے تو شام (تک زندگی) کی امید نہ باندھ اور اپنی صحت میں بیماری کے لئے نیک عمل کر لے (کہ بیماری کے زمانہ میں جو کوتاہی ہو اس کی تلافی پہلے سے ہو جایا کرے یا صحت میں جن اعمال کا عادی ہوگا بیماری کی وجہ سے ان کے نہ ہو سکنے پر بھی ان کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی موت کے لئے اپنی زندگی ہی میں تیاری کر لے۔''

ایک روایت میں مزید یہ بھی ہے ''وعد نفسک من اھل القبور'' اور اپنے آپ کو قبرستان والوں میں شمار کرو۔

مسافر خانہ دنیا میں جو آیا ہوا راہی
یہ منزل آمد و شد کی ہے اس میں ہے وطن کس کا

علامہ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث دنیاوی امنگوں کے خاتمہ کے لئے اصل الاصول ہے کیونکہ آخرت پر یقین رکھنے والے کو یہ زیبا نہیں کہ وہ دنیا کو اپنا اصلی وطن اور مسکن بنا لے اور اس میں مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ وہ ایسے انداز کی زندگی اختیار کرے گویا ابھی اسے کہیں سفر پر نکلنا ہے اور تمام انبیاء کرام اور ان کے متبعین کی وصیت اس بارے میں ایک ہے۔ چنانچہ آلِ فرعون کے ایک مومن کی نصیحت خود قرآن پاک میں حق تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے:

یٰقَوْمِ اِنَّمَا ھٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ وَّ اِنَّ الْاٰخِرَةَ ھِیَ دَارُ الْقَرَارِ

''اے میرے بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چند روزہ ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔'' (مومن۔۳۹)

یعنی فانی و زائل زندگی اور چند روزہ عیش و بہار میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولو۔ دنیا کی زندگی بہرحال بھلی بری طرح ختم ہونے والی ہے، اس کے بعد وہ زندگی شروع ہوگی جس کا کبھی خاتمہ نہیں۔ عاقل کا کام یہ ہے کہ یہاں رہتے ہوئے اس کی درستی کی فکر کرے ورنہ ہمیشہ تکلیف میں مبتلا رہنا پڑے گا۔

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے
(تفسیر عثمانی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک بار) چٹائی پر آرام فرما ہوئے جب اٹھے تو آپ کے جسد مبارک پر چٹائی کے نشان ابھر آئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر

آپ کی اجازت ہو تو ہم آپ کے لئے بچھونے کا انتظام کردیں اور آپ کے واسطے اپنے خدمات پیش کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ اور میرا تو دنیا سے بس اتنا ہی تعلق ہے جیسے کوئی سوار (مسافر) آکر درخت کے سایہ میں بیٹھے پھر اسے چھوڑ کر چل دے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنے اصحاب کو جو وصیت ہے ان میں سے ایک وصیت یہ بھی ہے کہ **اعبروھا ولا تعمروھا** یعنی دنیا کو گزرگاہ تو بناؤ مگر اس کی تعمیر کی فکر میں نہ لگو۔ نیز آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے: **من ذالذی یبنی علی موج البحر دار اتلکم الدنیا فلا تتخذوھا قراراً** ''کوئی ہے جو سمندر کی لہروں پر گھر بنا سکے، بس یہ دنیا کی مثال ہے تو تم اسے اپنا دائمی ٹھکانا نہ بناؤ۔''

ایک شخص حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے گھر گیا۔ وہاں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی اور کہنے لگا۔ اے ابوذر! آپ لوگوں کا ساز و سامان کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے، ہمیں وہاں منتقل ہونا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ جب تک یہاں (دنیا میں) ہیں سامان کے بغیر گزارہ مشکل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے اس گھر والا ہمیں یہاں رہنے ہی نہیں دے گا۔

جب دنیا مومن کے لئے نہ تو ٹھہراؤ کی جگہ ہے نہ ہی اس کا وطن اصلی ہے تو اسے چاہئے کہ اس کی حالت یا تو ایسی ہو جیسے کوئی پردیسی وطن سے دور کہیں عارضی طور پر ٹھہرا ہوا ہوتا ہے اور اس کی ساری فکر یہی ہوتی ہے۔ کہ کسی طرح اپنے وطن واپسی کا بندوبست ہو جائے تو گھر لوٹے یا پھر ایسی حالت ہو جیسے مسافر ہوتا ہے کہ کبھی یہاں تو کبھی وہاں، دن رات اپنے وطن کی طرف چلتا چلا جارہا ہے۔ اسی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دو حالتیں اپنانے کی نصیحت فرمائی کہ یا تو مومن اپنے نفس کو ایسا کرلے گویا وہ دنیا میں ایک پردیسی ہے۔

اسے ٹھکانے کی تلاش ہے مگر یہاں تو سارا علاقہ ہی پردیس ہے یہاں دل لگے تو کیونکر۔ اس کا دل تو وطن اصلی میں اٹکا ہوا ہے جہاں ایک دن لوٹنا ضرور ہے۔ یہاں تو گویا گھڑی گھنٹہ کے لئے رکا ہے تاکہ وطن لوٹنے کا ضروری سامان مہیا کرے۔

امام فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مومن تو دنیا میں متفکر اور غمگین ہی رہا کرتا ہے۔ اسے یہ فکر کھائے جاتی ہے کہ کسی طرح زاد سفر تیار ہو اور دنیا میں جس کی یہ حالت ہوگئی اسے تو بس یہی لگن ہوگی کہ وہ ہر شے اپنے ساتھ لیتا چلے جو وطن پہنچ کر اسے کام دے جائے اور پردیس میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی شان و شوکت کی نہ اسے حرص ہوگی نہ ہی اسے ان کے درمیان اپنی بے چارگی اور غریب الوطنی کا کوئی احساس ہوگا۔

یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ دنیا شیطان کا میخانہ ہے جو اس میں سے پی کر مدہوش ہوگیا اسے بس اسی وقت ہوش آئے جب کہ موت کے سپاہی اسے آجگائیں گے پھر وہ حسرت و ندامت کے ساتھ خاسرین سے جا ملے گا۔

نیز ابن رجب فرماتے ہیں کہ یا پھر وہ خود ایک مسافر مان لے جسے کہیں ٹھہراؤ ہی نہیں، بس منزلیں طے کرتا چلا جارہا ہے، یہاں تک کہ اس کا یہ سفر پورا ہو جائے۔ (یعنی اس دنیا سے دار آخرت کی طرف منتقل ہو جائے) اور دنیا میں جس کی یہ حالت ہوگئی اس کی کوشش پھر یہی ہوگی کہ دوران سفر زیادہ بوجھ (اور بہت زیادہ ساز و سامان) لے کر نہ چلے بس اس قدر سامان ساتھ لے جس کے بغیر اس کا کام چل نہ سکے۔

اسی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو خصوصی وصیت فرمائی کہ وہ دنیا سے اس قدر پر اکتفاء کریں جتنا کہ ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے۔

بعض سلف نے اپنے بھائی کو لکھا کہ تمہیں تو یہی لگتا ہوگا کہ تم

ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہو حالانکہ تم مسلسل ایک سفر طے کررہے ہو بلکہ تمہیں آگے کی طرف زبردستی چلایا جارہا ہے۔ موت تمہاری طرف بڑھی آرہی ہے اور دنیا تمہارے پیچھے لپیٹی جارہی ہے اور تمہاری عمر میں سے جو وقت جاچکا وہ ہار جیت (یعنی قیامت) کے دن تک دوبارہ واپس نہیں آسکتا۔

سبیلک فی الدنیا سبیل مسافر　　ولا بد من　زاد لکل مسافر

ولا بد للانسان من حمل عدۃ　　ولا سیما ان خاف صولۃ قاھر

"دنیا میں تمہارا رہنا ایسا ہے جیسے ایک مسافر ہو اور ہر مسافر کے لئے توشہ ضروری ہے اور انسان کو کچھ سامان بھی ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ خاص کر جب کہ کسی زبردست سے مقابلہ کا اندیشہ بھی ہو۔"

بعض حکماء کا قول ہے کہ بھلا دنیا میں اس شخص کا کیا جی لگے گا جس کے ایام زندگی اس کے مہینوں کو منہدم کرنے کے درپے ہوں اور جس کے مہینے اس کے سالوں کا صفایا کئے جارہے ہوں اور جس کے سال اس کی عمر عزیز کا خاتمہ کرنے میں لگے ہوں وہ شخص کیسے خوش و خرم رہ سکتا ہے جس کی عمر اسے اجل کی طرف کھینچ رہی ہو اور جس کی زندگی اسے موت کی طرف دھکیل رہی ہو۔ (جامع العلوم والحکم)

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ اس فانی دنیا سے غیر معمولی دلچسپی رکھنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کی عقل پر غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے، اس اسٹیشن کے ویٹنگ روم کی زیب و زینت پر دل لگائے بیٹھے ہیں اور قیام صرف اتنا ہے کہ جب ریل گاڑی آئے اس پر سوار ہو جانا ہے۔ اتنے ذرا سے وقت میں آدمی اپنے سفر کی تیاری میں مشغول رہے، اپنے سامان سفر کو تیار کرے، جو چیزیں وطن پہنچ کر کام آنے والی ہیں ان کو فراہم کرلے تو یقیناً اس کے لئے کارآمد ہیں۔ وہ اپنا یہ قیمتی وقت اور تھوڑی سی فرصت وہاں کے سیر سپاٹے میں خرچ کردے، اپنا سامان بکھرا پڑا رہے اور خود ویٹنگ روم کی صفائی اور اس کے فرنیچر کو قرینے سے رکھنے میں لگ جاوے یا اس سے بڑھ کر حماقت یہ کرے کہ اس میں لٹکانے کے واسطے آئینے اور نقشے خریدنے میں لگ جائے تو اپنا سامان بھی کھوئے گا اور اپنی متاع بھی ضائع کرے گا۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۸)

عقبٰی کے اے مسافر منزل تری کدھر ہے
کیونکر لگے یہاں دل لمحوں کا یہ سفر ہے

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

مومن کیلئے دنیا کی حیثیت

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم
الدنيا سجن المؤمن و جنة الكافر . (مسلم/ الزهد)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔''

ایک حدیث میں ہے دنیا اس کا گھر ہے، جس کا کوئی گھر نہیں اور یہ اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور اس کے لئے وہی جمع کرتا ہے جس کو کوئی عقل نہیں۔ (مشکوۃ)

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ بِئْسَ الْمِهَاد ۔ (آل عمران ۱۹۶)

''(اے طالب حق) تجھ کو ان کافروں کا چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈال دے، یہ چند روزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بری ہی آرام گاہ ہے۔''

یعنی کفار جو ادھر ادھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں مسلمان کو چاہئے کہ ان سے دھوکہ نہ کھائے۔ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ قورمے کھلانے کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا، خوش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی راحت وآسائش مہیا کر لے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَار ۔ (آل عمران ۱۹۸)

''لیکن جو لوگ خدا سے ڈرتے رہے، ان کے لئے بہشتی باغات ہیں جن کے (محلات) کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (اب اس عیش و کامیابی کا اس چند روزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟) یہ وہ مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے (مہمان اس لئے کہا کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر نہیں پڑتی، عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے) اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔''

معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا کو قید خانہ سمجھ کر رہے، اپنے مالک و خالق کی ہر بات کا خیال کرتا ہو زندگی کا ہر قدم پھونک پھونک کر رکھے اسے اس قید خانہ سے چھٹکارا پالینے پر کریم آقا کی ایسی مہمانی کا شرف حاصل ہوگا جو تصور سے بالاتر ہے۔

اور جو شخص دنیا ہی کو اپنی جنت بنا لے اور یہیں اپنی تمام خواہشات پوری کرنے کی فکر میں لگ کر آخرت سے غافل ہو بیٹھے اور اپنے خالق و مالک کے حکم سے سرتابی اور بغاوت اختیار کرے بہت جلد وہ اس عشرت کدہ سے نکال کر دائمی رسوا کن عذاب الیم کی طرف دھکیل دیا جائے گا اور وہ بزبان حال یہی کہتا ہوگا۔

تھی فقط غفلت ہی غفلت عیش کا دن کچھ نہ تھا
ہم اسے سب کچھ سمجھتے تھے ولیکن کچھ نہ تھا
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دُعا کیجئے: یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

حُبّ دنیا سے یقیناً آخرت ویران ہوتی ہے

عن ابی موسیٰ رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

من احب دنیاہ أضر بآخرتہٖ و من أحب اٰخرتہ أضر بدنیاہ فاثروا ما یبقی علی ما یفنی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنی دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو اپنی آخرت سے محبت کرتا ہے وہ اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے پس جو چیز ہمیشہ رہنے والی ہے اس کو اس چیز پر ترجیح دو جو بہر حال فنا ہونے والی ہے۔''

''اس حدیث پاک میں دنیا سے محبت نہ کرنے پر تنبیہ ہے کہ محبت ایسی سخت چیز ہے کہ جس کے ساتھ بھی لگ جائے رفتہ رفتہ آدمی کو اسی کا بنا دیتی ہے۔ اسی لئے آخرت کے ساتھ محبت پیدا کرنے کی ترغیب فرمائی ہے اور دنیا سے ترک محبت پر تنبیہ ہے کہ دنیا سے محبت رکھنے والا اگرچہ آخرت کے اعمال اس وقت کرتا ہو لیکن اس ناپاک دنیا کی محبت رنگ لائے بغیر نہ رہے گی اور آہستہ آہستہ آخرت کے کاموں میں تساہل اور حرج اور نقصان پیدا کرے گی۔ بزرگوں کا ارشاد ہے کہ جو شخص دنیا کو محبوب رکھتا ہے سارے پیر و مرشد مل کر بھی اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اور جو شخص دنیا کو ترک کر دیتا ہے اس کو سارے مفسد مل کر بھی گمراہ نہیں کر سکتے۔ (فضائل صدقات ص ۲۶۸)

اسی طرف ایک جگہ قرآن پاک میں توجہ دلائی گئی ہے۔

اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ (توبہ ۳۸)

''کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی۔ سو دنیوی زندگی کی تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے''

اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ دین کے معاملے میں ہر کوتاہی، سستی اور غفلت اور تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب یہی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے حب الدنیا رأس کل خطیئة یعنی دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے۔

حاصل یہ کہ بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی چاہئے اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے۔ (معارف القرآن۔۴/۲۷۹)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمایئے۔ آمین یا رب العالمین

آخرت دار الحساب

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ان اخوف ما اتخوف علی امتی الھوی و طول الامل. فاما الھوی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الاٰخرۃ . و ھذہ الدنیا مرتحلۃ ذاھبۃ و ھذہ الاٰخرۃ مرتحلہ قادمۃ ولکل واحدۃ منھا بنون فان استطعتم ان لا تکونوا، من بنی الدنیا فافعلوا فانکم الیوم فی دارالعمل ولا حساب وانتم غدا فی دارالاٰخرۃ ولا عمل. (مشکوۃ ۲/الرقاق عن البیہقی فی الشعب)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف خواہشات (کی پیروی میں مبتلا ہو جانے) اور امیدوں کے طویل ہو جانے کا ہے۔ خواہشات کی پیروی تو حق سے روک دیتا ہے اور امیدوں کا طویل ہونا آخرت کو بھلا دیتا ہے اور یہ دنیا تو چلتی چلی جا رہی ہے (یعنی دور ہوتی جا رہی ہے) اور یہ آخرت چلتی چلی آ رہی ہے اور دنیا ہو یا آخرت دونوں کے اس دنیا میں کچھ سپوت ہیں اگر تم سے ہو سکے تو اس کی کوشش کرو کہ دنیا کے سپوت نہ بنو کیونکہ آج تم دارالعمل میں ہو (جو کرنا ہے کرلو) یہاں حساب نہیں اور کل تم آخرت کے گھر میں ہو گے جہاں عمل نہیں (حساب ونتائج سامنے آئیں گے۔)''

حدیث پاک میں تین باتوں پر تنبیہ فرمائی گئی:

(۱) خواہشات کی پیروی نہ کرو کیونکہ یہ راہ حق میں آڑے آتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۔ (ص ۲۶)

''اور نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا کہ وہ خدا کے راستے سے تم کو بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔ اس وجہ سے کہ روز حساب کو بھولے رہے۔''

یعنی کبھی کبھی کسی معاملے میں خواہش نفس کا ادنیٰ شائبہ بھی نہ آنے پائے، کیونکہ یہ چیز آدمی کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دینے والی ہے اور جب انسان اللہ کی راہ سے بہکا تو پھر ٹھکانا کہاں عموماً خواہشات نفسانی کی پیروی اسی لئے ہوتی ہے کہ آدمی کو حساب کا دن یاد نہیں رہتا۔ اگر یہ بات مستحضر (ہمیشہ پیش نظر) رہے کہ ایک روز اللہ کے سامنے جانا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے تو آدمی کبھی اللہ کی مرضی پر اپنی خواہش کو مقدم نہ رکھے۔ (تفسیر عثمانی۔ سورۂ ص)

(۲) طویل امیدیں نہ باندھو کہ یہ آخرت کو بھلا دیتی ہیں اور بھی متعدد احادیث میں اس پر تنبیہ وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک کے پچھلے حصے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا کہ یہ تو آدمی کی موت ہے جو اس کے سر پر ہر وقت سوار ہے اور دوسرے ہاتھ کو دور تک پھیلا کر ارشاد فرمایا کہ یہ دور تک اس کی امیدیں جاری ہیں۔ (ترغیب ۴/۲۴۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ چار چیزیں شقاوت (کی علامتوں) میں سے ہیں:

(۱) آنکھوں کا خشک ہو جانا (کہ فکر آخرت اور خوف خدا سے کبھی نم بھی نہ ہوں) (۲) دل کا سخت ہو جانا (کہ وعظ و

نصیحت کا کوئی اثر نہ ہو)۔ (۳) طویل امیدوں کا ہونا۔ (۴) دنیا کی حرص رکھنا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے ایک دنیا کی محبت دوسرے آرزوں اور امیدوں کے طویل ہونے میں۔

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں اس حدیث شریف میں ایک خاص چیز پر تنبیہ فرمائی گئی ہے جو تجربہ میں بھی بہت صحیح ثابت ہوئی کہ بڑھاپے میں دنیا کی محبت اور لمبی لمبی امیدیں بہت بڑھ جاتی ہیں اور جتنا بھی مرنے کا زمانہ بڑھاپے کے لحاظ سے قریب آتا جاتا ہے اتنی ہی اولاد کی شادیوں کی امنگیں، اچھے اچھے مکانات تعمیر کرنے کا ولولہ، جائیداد بڑھانے کا جذبہ وغیرہ زیادہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ (فضائل صدقات ص ۳۹۳)

یہ تمام باتیں انسان کو اپنے میں مشغول کرکے فکر آخرت سے غافل کر دیتی ہیں اور طولانی امیدیں تو شان مسلمانی ہی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ. (حجر ۲-۳)

''کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ مسلمان ہوتے۔ آپ ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے کہ وہ خوب کھالیں اور چین اڑالیں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔''

معلوم ہوا کہ کھانے پینے کو مقصد اور اصلی مشغلہ بنا لینا اور دنیاوی عیش وعشرت کے سامان میں موت سے بے فکر ہو کر طویل منصوبوں میں لگے رہنا کفار ہی سے ہوسکتا ہے جن کا آخرت اور اس کے حساب و کتاب اور جزا و سزا پر ایمان نہیں۔ مومن بھی کھاتا پیتا ہے اور معاش کا بقدر ضرورت سامان کرتا ہے اور آئندہ کاروبار کے منصوبے بناتا ہے مگر موت اور فکر آخرت سے غافل ہوکر یہ کام نہیں کرتا۔ اس لئے ہر کام میں حلال وحرام کی فکر رہتی ہے اور فضول منصوبہ بندی کو مشغلہ نہیں بناتا۔ (معارف القرآن م۔۵/۹-۲۷)

(۳) دنیادار بننے سے اپنے آپ کو بچاتے رہو

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آل عمران ۱۸۵)

''اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔''

یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکے میں ڈالنے والی چیز ہے جس پر مفتون ہوکر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذاب الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔ (تفسیر عثمانی۔ آل عمران)

نیز ارشاد ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (انعام ۳۲)

''اور دنیوی زندگانی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو ولعب کے اور پچھلا گھر پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے کیا تم سوچتے نہیں۔''

کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدر زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ ہے اور بے حقیقت ہے یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ پرہیزگار اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس دنیا میں ایسی چیز جو ہر انسان کو حاصل اور سب سے زیادہ قیمتی اور محبوب ہے وہ اس کی زندگی ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا ایک محدود وقت ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اپنی زندگی کی صحیح حد کسی کو معلوم نہیں کہ ستر سال ہوگی یا ستر گھنٹے یا ایک سانس کی بھی مہلت نہ ملے گی۔

دوسری طرف یہ بھی معلوم ہو گیا کہ رضاءِ الٰہی کی متاع گرانمایہ جو دنیا و آخرت کی راحت وعیش اور ابدی آرام کی ضامن ہے وہ صرف اسی محدود حیات دنیا میں حاصل کی جاسکتی ہے اب ہر انسان جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل و ہوش دیا ہے خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ زندگی کے ان محدود لمحات و ساعات کو کس کام میں خرچ کرنا چاہئے'' بلا شبہ عقل کا تقاضا یہی ہوگا کہ ان قیمتی اوقات کو زیادہ سے زیادہ اس کام میں خرچ کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل ہو، باقی کام جو اس زندگی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں ان کو بقدر ضرورت ہی اختیار کیا جائے۔ (معارف القرآن)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ پینے کے لئے پانی طلب فرمایا تو خدمت اقدس میں شہد ملا ہوا پیش کیا گیا، اس کو دیکھ کر فرمایا کہ بلاشبہ یہ عمدہ چیز ہے لیکن میں (چونکہ) قرآن شریف میں اللہ کی طرف سے بہت سے لوگوں کے متعلق دل چاہی چیزوں میں پڑھنے کی مذمت پڑھ چکا ہوں (اس لئے اس کو نہیں پیوں گا) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اَذۡهَبۡتُمۡ طَيِّبٰتِكُمۡ فِىۡ حَيَاتِكُمُ الدُّنۡيَا وَاسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهَا (احقاف پ26)

تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیا کی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو اپنے کام میں لا چکے۔

لہٰذا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اس کے پینے سے آخرت کی لذتوں سے محروم نہ کر دیا جاؤں اور دنیا میں جو نیکیاں کی ہیں ان کا بدلہ یہی دنیا کی لذتیں نہ بن جائیں اور آخرت میں محرومی ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ فرما کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اور ہرگز نہ پیا۔ (مشکوۃ شریف)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

حقیقی عقلمند کون؟

عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم

الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع نفسه هواها و تمنّٰی علی اللّٰہ . (مشکوٰۃ)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے (یا اسے قابو میں کرے) اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے اور بے وقوف (نکما) وہ ہے جو نفس کو اس کی خواہشات کے پیچھے لگائے رہے اور اللہ تعالیٰ سے آرزوئیں رکھے۔''

جس طرح اہل دنیا میں وہی شخص زیادہ باکمال، باتدبیر اور دوراندیش سمجھا جاتا ہے جو اپنے کاروبار اور حساب و کتاب میں تجربہ کار، نہایت مستعد، ہوشیار اور وسیع معلومات رکھتا ہو اور دنیاوی ترقی اور مال و دولت کے حصول کا جو موقع بھی سامنے آئے اس میں حصہ لینے سے نہ چوکتا ہو اور اس کے برعکس وہ شخص ہے جو ہوش و حواس بجا ہونے اور قوت و صلاحیت رکھنے کے باوجود ان چیزوں میں کوئی دلچسپی نہ لیتا ہو۔ تھوڑے پر قناعت کو کافی سمجھتا ہو اور اپنے روشن مستقبل کی فکر سے بے نیاز ہو یا تعطل (بے کاری) وتبتل (لوگوں سے کنارہ کشی) لاابالی پن کے ساتھ زندگی گزارنے پر مصر (اڑا رہنے والا) ہو تو دنیا کی نگاہ میں اسے بڑا نکما اور بے وقوف شاید کوئی نہ ہو۔

ٹھیک اسی طرح آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک ہوشیار بس وہی ہے جسے آخرت کے حساب و کتاب کی فکر ہو جو پائی پائی اور ذرہ ذرہ ثواب کمانے کی جستجو میں لگا رہتا ہو اور اپنی اس عارضی اور فانی زندگی کو ایک دوامی اور جاودانی زندگی کے حصول اور اس کی تیاری کے لئے غنیمت جانتا ہو اور اسی میں اپنی تمام تر قوت و صلاحیت خرچ کرنے کے درپے رہتا ہو اور اپنی تمام خواہشات کو اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریق کے تابع کر کے ہر قدم اپنے مولیٰ کی رضا جوئی میں مگن رہتا ہو اور اس کا کوئی سانس ذکر الٰہی، نفس کے محاسبہ اور فکر آخرت سے خالی نہ ہوتا ہو۔ حضرت فاروق اعظم اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں **حاسبوا انفسکم ......الخ** کہ ''اپنا محاسبہ کرلو قبل اس کے کہ تم سے محاسبہ ہو اور اسے تول لو قبل اس کے کہ تمہیں تولا اور پرکھا جائے۔ اور سب سے بڑی عدالت میں پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس ذات کے سامنے جس سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں: **یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَةٌ** ۔ (حاقہ ۱۸) ''اس دن تم سامنے کئے جاؤ گے، چھپی نہ رہے گی تمہاری کوئی چھپی بات''۔

جس دن کہ ہر شخص کو اس کا نامہ اعمال دے کر کہا جائے گا: '' **اِقْرَأْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا** ۔ (بنی اسرائیل ۱۴) ''اپنا اعمال نامہ (خود) پڑھ لے، آج تو خود ہی اپنا حساب جانچنے کے لئے کافی ہے۔''

اور اسی طرح اخروی زندگی کے اعتبار سے احمق اور نادان شخص وہ ہے جو نالائق اور بدعمل ہونے کے باوجود نیک خواہشات اور بلند مقامات کے حصول کی طمع رکھے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدعملی کے ساتھ (نیک) آرزوئیں رکھنا بے وقوفی ہے جیسا کہ حدیث سے

معلوم ہوا۔ بہت سے لوگ گناہوں میں اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کے نزدیک گناہوں کی کوئی حیثیت ہی نہیں ۔فسق وفجور ہی کو زندگی کا مقصد بنائے ہوئے ہیں، نہ توبہ کرتے ہیں ، نہ توبہ کی ضرورت سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جن کو توبہ کا کبھی کبھی خیال تو آتا ہے لیکن نفس و شیطان یہ سمجھاتے ہیں کہ ابھی گناہ کرتے رہو بہت زندگی پڑی ہے۔اخیر عمر میں توبہ کرلیں گے۔ حالانکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ ہر منٹ اور ہر سیکنڈ میں یہ احتمال ہے کہ شاید یہی عمر کا آخری لمحہ ہو۔آج کل ایسے حوادث کثرت سے ہوتے رہتے ہیں کہ اچانک موت آجاتی ہے۔آئندہ توبہ کرنے کی امید پر گناہ کرتے رہنا اور توبہ کا موقعہ ہوتے ہوئے توبہ نہ کرنا بہت بڑی نادانی اور بے وقوفی ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہیں یہ احساس ہے کہ گناہ بری بات ہے اور یہ پکڑ کا ذریعہ ہے لیکن ان کا نفس اندر سے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ بڑا رحیم وکریم ہے وہ بخش دے گا۔ لیکن یہ نہیں خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب بھی ہے، جبار و قہار بھی ہے۔ضروری نہیں کہ بخش ہی دے۔سمجھدار آدمی اس طرح سوچتا ہے کہ نہ بخشا تو کیا ہوگا؟ جو بدعملی کرتا رہے،فرائض وواجبات ضائع کرے، گناہوں سے باز نہ آئے اور مغفرت کی امید باندھے رہے اس کو حدیث میں بے وقوف بتلایا۔(فضائل توبہ واستغفار)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالاتفاق نبیوں کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں، حدیث شریف میں ان کی بڑی فضیلتیں آئی ہیں،بعض حدیثوں میں ہے کہ ابوبکر جنت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں گے اور اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔(مشکوٰۃ)

ان سب فضیلتوں کے باوجود آخرت کے اتنے فکرمند تھے کہ یوں بیان فرماتے تھے۔کاش میں کوئی درخت ہوتا جسے کاٹ کر پھینک دیا جاتا، کاش میں کوئی گھاس ہوتا جسے جانور کھا جاتے اور آخرت کے حساب کتاب سے بچ جاتا، کبھی فرماتے تھے کاش میں کسی مومن کا بال ہی ہوتا۔(تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہوجائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔آمین یارب العالمین

گنہگار کے لئے اعلان مغفرت

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ............الآیہ (زمر۵۳)

ترجمہ: ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔''

اور دیگر اس مضمون کی آیتیں (جن میں خاص طور سے گنہگاروں اور خطا کاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت میں گنجائش کا اعلان کیا گیا ہے) ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیاہ کاروں کے لئے اس میں گنجائش ہے، لیکن اس کے دروازہ میں داخلے کے لئے یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے ساتھ معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کیساتھ عدالت بھی ہے

اسی لئے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش و غفاریت کے ساتھ اس کی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزا دہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ فاتحہ ہی میں ''رب العلمین'' اور ''الرحمن الرحیم'' کے ساتھ اس کی صفت ''ملک یوم الدین'' کا بھی ذکر فرمایا گیا۔ اس کا مقصد اور منشاء یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لئے کھلا ہوا ہے۔ بہرحال ایسی غلط فہمی سے بچانے کے لئے قرآن مجید میں جابجا رحمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ ذیل کی چند آیتیں پڑھئے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ وَّ لَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۔ (انعام آیت ۱۴۷)

''اے پیغمبر! اگر یہ لوگ (اس واضح بیان اور اتمام حجت کے بعد بھی) تمہاری تکذیب ہی کریں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہارا پروردگار بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے کہ اس نے تم کو مہلت دے رکھی ہے لیکن یہ یاد رہے کہ مجرموں کو سزا دینا اس کا قانون ہے۔ اس لئے اگر تم باغیانہ اور مجرمانہ زندگی سے باز نہ آئے تو اس کی تحت سزا پاؤ گے) اور مجرموں پر سے اس کا عذاب ہٹایا نہیں جاسکتا۔''

بہرحال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور مہربان ہے اور اس کی رحمت میں سب کے لئے پوری گنجائش ہے: و رحمتی وسعت کل شیء۔ بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے تو وہ اسے بخشنے کے لئے اور اسے اپنی آغوش رحمت میں جگہ دینے کے لئے تیار ہے لیکن اس کے ساتھ وہ صاحب عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اور حکمت کا تقاضا ہے۔ اس لئے جو شریر اور مفسد سرکشی اور شرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیر و نصیحت کے باوجود نافرمانی اور بغاوت اور کفر و شرک ہی پر جمے رہیں گے وہ آنے والے اس عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت ''عدل'' کا پورا ظہور ہوگا۔ اللہ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ پاسکیں گے۔

پس جو شخص توبہ کے ساتھ مغفرت کا امیدوار ہے وہ تو

حقیقت میں امیدوار ہے اور جو گناہوں کے ساتھ امید باندھے ہوئے ہے وہ احمق ہے، دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔ پہلے لوگ عبادات پر مرمٹتے تھے، گناہوں سے نہایت اہتمام سے بچتے تھے، تقویٰ میں مبالغہ کرتے تھے، شبہ کی چیزوں سے بھی دور رہتے تھے، رات دن عبادت میں مشغول رہ کر ہر وقت اللہ کے خوف سے روتے تھے۔ جبکہ اس زمانے میں ہر شخص خوش ہے، اللہ کے عذاب سے ہر وقت مطمئن ہے، اس کو کسی وقت بھی عذاب کا ڈر نہیں، دن رات کی شہوتوں اور دنیا کی لذتوں میں منہمک ہے، دنیا کمانے کی ہر وقت فکر ہے اور اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں اور گمان یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ کے کرم پر بھروسہ ہے اس کی مغفرت کی امید ہے، اس کی معافی کا یقین ہے، گویا انبیاء کرام صحابہ عظام اور اولیاء مخلصین میں سے تو کسی کو اس کی رحمت کی امید ہی نہ تھی جو اس قدر مشقتیں برداشت کرتے تھے۔ (فضائل صدقات ۴۵۰)

لوگوں کی غلط فہمی پر امام غزالی رحمہ اللہ کی تنبیہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نفس نے ایک شوشہ چھوڑ دیا اور دھوکے میں ڈال رکھا ہے، غفلت کئے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ خدا کریم ہے معاف کرنے والا ہے، سب کچھ بخش دے گا اور برے عمل کے باوجود ہم کو جنت میں بھیج دے گا۔ بھلا میں پوچھتا ہوں کہ کھیتی اور تجارت میں ایسا کیوں نہیں خیال کر لیتے؟ کیا آخرت کا خدا کوئی اور ہے اور دنیا کا کوئی اور؟ اور جب دونوں کا خدا ایک ہی ہے تو دنیا کے کمانے کے متعلق اپنے ہاتھ پاؤں توڑ کر گھر میں کیوں نہیں بیٹھتے اور کیوں نہیں خدا پر بھروسہ کرتے کہ جب وہ رزاق اور قادر ہے تو بلا محنت کئے ہوئے بھی ہمارا پیٹ بھر دے گا، جس سے بلا محنت مزدوری کے ہم مالا مال ہو جائیں گے۔ مگر افسوس کہ یہاں تو یوں جواب دیتے ہو کہ معاش کے لئے اسباب کا اختیار کرنا ضروری بات ہے کیونکہ مدفون کے خزانہ کا ہاتھ لگ جانا تو ایک اتفاقی امر ہے کہ شاذ و نادر کبھی کسی کے لئے ایسا اتفاق بھی پیش آ جاتا ہے مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا، پس ایسا ہی آخرت کے متعلق بھی سمجھو کہ خراب اعمال اور بدکاروں پر معافی و مغفرت کی توقع کرنا اس سے زیادہ شاذ و نادر ہے کیونکہ حق تعالیٰ صاف فرما چکا ہے کہ انسان کو وہی ملے گا جو وہ کرے گا (اس سے اس آیت کی طرف اشارہ ہے "و ان لیس للانسان الا ما سعی" (نجم آیت ۳۹) اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی) اور متقی بندے فاسق و فاجر لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے (اس مضمون کی آیت اسی حدیث کے تحت اوپر گزر چکی) وغیرہ وغیرہ۔

دنیا کے معاملات میں تو اسباب اختیار کرنے کو ضروری بھی نہیں فرمایا بلکہ ان سے بے توجہ بنایا اور یوں فرمایا ہے کہ "کوئی جاندار زمین پر چلنے والا ایسا نہیں جس کا رزق ہمارے ذمہ نہ ہو (اس مضمون کی آیت سورۃ ہود کی ابتداء میں ہے) تعجب ہے کہ دنیا کمانے میں تو خدا پر بھروسہ نہیں ہے اور آخرت میں بدعملیوں کی معافی پر وثوق اور بے جا توقع رکھ کر اپنا دین برباد کر رہے ہو، خوب یاد رکھو کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے، جس نے مخلوق کو تباہ اور اعمال سے کاہل بنا کر عبادت و طاعت سے روک رکھا ہے۔ حق تعالیٰ محفوظ رکھے۔ (تبلیغ دین ص ۲۱۳)

دُعا کیجئے: ☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

موت کی یاد دنیا و آخرت کی بزرگی کا ذریعہ

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہما قال اتیت النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم عاشر عشرۃ فقام رجل من الانصار فقال یا نبی اللّٰہ من اکیس الناس واحزم الناس قال اکثر ھم ذکراً للموت واکثرھم استعداد للموت اولئک الا کیاس ذھبوا بشرف الدنیا و کرامۃ الأخرۃ. (رواہ الطبرانی وابن ماجہ ، کذا فی الترغیب)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا (کہ آنے والوں میں) دسواں میں تھا، تو ایک انصاری صحابی نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سمجھدار اور دور اندیش کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو ان میں سے موت کو سب سے زیادہ یاد کرے اور سب سے زیادہ موت کی تیاری میں لگے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا کی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔''

ایسے ہی اہل عقل و دانش کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِداً وَّ قَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ. اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ۔ (زمر۹)

''بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہوا ہے رات کی گھڑیوں میں سجدے کرتا ہوا اور کھڑا ہوا، خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی مہربانی کی، تو فرما دیجئے کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ، سوچتے وہی ہیں جن کو عقل ہے''

یعنی جو بندہ رات کی نیند اور آرام کو چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا، کبھی اس کے سامنے دست بستہ کھڑا رہا، کبھی سجدہ میں گرا ایک طرف آخرت کا خوف اس کے دل کو بے قرار کئے ہوئے ہے اور دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس بندھا رکھی ہے، کیا یہ سعید بندہ اور وہ بد بخت انسان جس کا اوپر ذکر ہوا کہ مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی ٹلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھدار اور بے وقوف میں کچھ فرق نہ رہا، مگر اس بات کو بھی وہی سوچتے سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے۔ (تفسیر عثمانی)

''یقیناً موت آنے والی ہے تو تو اس کے لئے پوری طرح تیار ہو جا کیونکہ عقل مند کو موت کی یاد اپنے ہی میں مشغول کئے رہتی ہے۔ بھلا وہ شخص کس طرح زندگی میں سکون و قرار پا سکتا ہے اور جینے کا لطف اٹھا سکتا ہے جسے یہ معلوم ہے کہ عنقریب اس کی آنکھوں پر مٹی ڈالی جانیوالی ہے (اور آخر اسے پیوند خاک ہو رہنا ہے)''۔ (بستان الواعظین)

''اے دھوکا کھانے والی اگر تیرے اندر ذرا بھی شعور ہوتا تو خوف و دہشت کی وجہ سے تیری آنکھیں لوگوں کے سامنے کبھی نہ چمکتیں۔ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ موت کے تیر تو ان کو اپنا نشانہ بنائے جا رہے ہیں اور یہ ہیں کہ انہیں روڑے مٹی کو بلند کرنے (یعنی اونچے اونچے محل بنانے) میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے سے ہی فرصت نہیں۔''

موت وہ شے ہے جو تمام لذتوں کو توڑ دیتی ہے اور تمام مزوں کو کرکرا کر دیتی ہے اور تمام خوشیوں کو مکدر کر کے رکھ دیتی ہے اور مصیبتوں کو بھی فنا کر دیتی ہے۔

''اے لذتوں کو مکدر کر دینے والی شے! تجھ سے کسی کو مفر نہیں۔ میرا نفس اس بات سے ڈرتا ہے جو اسے عنقریب پیش آنے والی ہے۔ میں نے دیکھا کہ موت لوگوں میں تقسیم ہو چکی، اب ان کے بعد میری باری بھی آنے ہی والی ہے۔''

''بلاشبہ جو شخص اپنے مزوں میں مدہوش بے فکری کی زندگی گزار رہا ہے وہ درحقیقت اپنے لطف و سرور سے دھوکا کھائے بیٹھا ہے، کیونکہ جس آدمی کے پیش نظر قبرستان اور موت کا تصور ہو اگر وہ عقلمند ہے تو پھر دنیا میں اس کی خوشی کے لئے کوئی چیز نہیں۔''

نیز امام ابن حبان عمر بن ذر سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے محلے کے ایک جوان کو وراثت میں اس کے آباؤ و اجداد کا ایک بڑا مکان مل گیا، اس جوان نے اس مکان کو منہدم کر کے اس کی جگہ ایک نہایت مضبوط اور عالیشان محل تیار کروایا۔ جب وہ سویا تو اسے خواب میں کسی نے آ کر کہا:

''اگر تجھے دنیا میں زندہ رہنے کی ہوس ہے تو دیکھ لے تیرے ہی گھر کے مالکان مردوں کے ساتھ جا بسے ہیں کیا تجھے ان جاہ وجلال والے لوگوں کا اتہ پتہ کہیں ملتا ہے؟ سارے محلات ویران ہو گئے اور ساری آوازیں خاموش ہو گئیں۔''

یہ خواب دیکھ کر اس جوان کی حالت ہی بدل گئی وہ اٹھا اور پچھلی (عیش و آرام کی) زندگی سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح اور آخرت کی فکر میں ہمہ تن مشغول ہو گیا۔ (روضۃ العقلا، ص ۲۸۴)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب فرما کر (جلدی سے) تیمّم فرما لیتے تھے میں عرض کرتا یا رسول اللہ پانی تو آپ سے قریب ہے (تیمّم کرنے میں آپ نے اتنی جلدی کیوں فرمائی) آپ جواب میں فرماتے مجھے کیا معلوم کہ ابھی ابھی کیا ہونے والا ہے، شاید میں پانی تک نہ پہنچ سکوں (لہذا پانی تک پہنچنے تک تیمّم ہی کر لیا)۔ (شرح السنہ)

درحقیقت موت کا کچھ پتہ نہیں کب آ جائے۔ مومن کو ہر وقت آخرت ہی کے اعمال میں مشغول رہنا ضروری ہے۔ بڑی بڑی امیدیں باندھنا اور دنیا میں دل لگانا مومن کو زیب نہیں دیتا۔

۲- ایک مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک جانور پر نظر پڑی جو مزے سے درختوں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا، اس جانوروں کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور فرمایا کہ (اے جانور) تو کس قدر مزے میں کھاتا پیتا ہے اور درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔ آمین یا رب العالمین

موت...دنیا کے مزے ختم کرنیوالی

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم

اکثروا ذکرها ذم اللذات يعنی الموت (رواه ابن ماجه والترمذی)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لذتوں کو توڑنے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو کیونکہ جو شخص تنگی میں اسے یاد کر لیتا ہے وہ اس پر وسعت کر کے رہتی ہے اور جو اسے وسعت (عیش وعشرت) میں یاد کرتا ہے وہ اس پر تنگی کر کے رہتی ہے۔''

حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا امیدوں کے مختصر ہونے کا بھی ذریعہ ہے، موت کی تیاری کا بھی سبب ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہونے کا بھی سبب ہے جو اصلی مقصود ہے، مال کو جمع کر کے چھوڑ جانے سے بھی روکنے والا ہے، دوسروں پر ظلم وستم اور دوسروں کے حقوق ضائع کرنے سے بھی روکنے والا ہے غرض یہ عمل بہت سے فوائد اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے مشائخ سلوک کا بھی معمول ہے کہ اپنے مریدین میں سے اکثروں کو جن کے مناسب حال ہو اس کا مراقبہ خاص طور سے تلقین کرتے ہیں۔ (فضائل صدقات ۴۵۰)

قرآن کریم نے بار بار ہمیں اس طرف متوجہ کیا ہے ایک جگہ ارشاد ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران ۱۸۵)

''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پورا پورا بدلہ (بھلائی برائی کا) قیامت ہی کے روز ملے گا۔ تو جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا اس کا تو کام بن گیا (وہ پورا کامیاب ہوگیا)

حافظ ابن حبان بستیؒ کی نصیحت

امام حافظ ابو حاتم محمد بن حبان بستی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''روضۃ العقلاء'' کے اختتام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ عقلمند پر ضروری ہے کہ ہم نے اس کتاب میں عقل سے متعلق جن امور کی نشاندہی کی ہے ان کا اہتمام کرتے ہوئے موت کی یاد کو بھی اپنی زندگی کا لازمی جزو بنائے کہ ہر لمحہ اس کی فکر سوار رہے اور دنیا اور اس کے مال ومنال کے دھوکے میں پڑنے سے ہر وقت چوکنا رہے۔ کیونکہ موت ایسی چکی ہے جو مخلوق کے درمیان ہر وقت گھوم رہی ہے اور یہ ایسا جام ہے جس کا دور چلتا ہی جارہا ہے۔ ہر ذی روح کو اپنے لبوں سے یہ جام ایک نہ ایک دن لگانا ضرور ہے اور اس کا مزہ چکھنا یقینی ہے۔ نیز وہ سکینہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوالعتاھیہ شاعر نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میں ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کے ہاں گیا، مجھ پر نظر پڑی تو خلیفہ نے پوچھا ابوالعتاھیہ؟ میں نے کہا جی ہاں پوچھا وہی مشہور شاعر؟ میں نے کہا جی ہاں وہی! انہوں نے کہا تو پھر مجھے کچھ نصیحت آموز مگر مختصراً اشعار سناؤ۔ میں نے انہیں یہ اشعار سنائے۔

ترجمہ:۔ کسی لمحہ اور کسی گھڑی بھی موت سے مطمئن نہ ہونا اگرچہ کتنا ہی دربانوں اور پہریداروں کے ذریعہ اپنی حفاظت کا انتظام کرلو اور یہ جان لو کہ موت کا تیر ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نشانے پر لئے ہے چاہے ہم کتنا ہی زرہ اور ڈھال کے ذریعہ اس سے بچنے کی تدبیر کئے رہیں اور تم نجات کی آس لگائے بیٹھے ہو حالانکہ اس کا راستہ تم نے اختیار ہی نہیں کیا، یہ یاد رکھو کہ کشتی کبھی خشکی پر چلا نہیں کرتی!'' یہ

سنتا تھا کہ خلیفہ ہارون رشید بے ہوش کر گر پڑے۔

نیز اس قسم کے واقعات و اشعار نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حبان فرماتے ہیں:

''پس عقلمند آدمی کبھی اس چیز کو بھلا نہیں سکتا جو ہر وقت اس کی تاک میں لگی ہوئی ہے، جو ہر قدم اس کے پیچھے پیچھے ہے اور اس کا ہر سانس گن رہی ہے۔ پس کتنے ہی اپنے گھر کے ہر دلعزیز اور پیارے، اپنی قوم کے محترم، اپنے علاقے کے باحیثیت لوگ جو ہر فکر سے آزاد، خود مختار اور آسودہ حال تھے انہیں اس بادشاہوں کی بادشاہت چھین لینے والی اور زور آوروں کو پچھاڑ دینے والی اور مغرور و سرکشوں کی کمر توڑ دینے والی شے نے اچانک آلیا اور اسے اس کے دوستوں، چاہنے والوں، پڑوسیوں کے درمیان پٹخ دیا، اس کے اہل و عیال سے زبردستی چھڑا دیا۔ ایسے وقت میں کوئی اس کے کام نہ آیا اور موت کے مضبوط پنجوں سے کوئی اسے چھڑا نہ سکا۔ اور اسی طرح کتنی قوموں کو موت نے نیست و نابود کر دیا، کتنے شہروں کو ویران کر ڈالا اور کتنی سہاگنوں کے سہاگ اجاڑ دیئے اور کتنوں کو یتیم بنا ڈالا اور کتنوں کو بھائیوں اور دوستوں سے چھڑا کر اکیلا و تنہا کر دیا۔

پس دانشمند آدمی کبھی کسی اچھی حالت (اور ایسے عیش و آرام) سے جس کا انجام ایسا برا ہو دھوکہ نہیں کھا سکتا، نہ وہ ایسی زندگی میں مگن ہو سکتا ہے اور نہ وہ اس وقت اور موقع کو بھول سکتا ہے جس کا سامنا کرنا اسے یقینی ہے اور جس کا واقع ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ موت ایسا طالب ہے کہ نہ اس کے سامنے ڈٹ جانے والا اسے عاجز کر سکتا ہے اور نہ اس سے بھاگنے والا اپنی جان بچا کر کہیں بھاگ سکتا ہے۔ (روضۃ العقلاء ص ۲۸۴)

''موت ایک ایسا دروازہ ہے جس میں ہر ایک کو داخل ہونا ہے۔ پس کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ اس دروازہ کے بعد کون سا گھر ملتا ہے، وہ گھر اگر تم نے اپنے مولا کی مرضی کے مطابق عمل کیا تو ہمیشہ رہنے والی باغ و بہار جنت ہوگی اور اگر کوتاہی کی تو پھر وہ آگ ہی آگ ہوگی۔''

ابوحامد لفاف فرماتے ہیں کہ جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اسے تین چیزوں سے نوازا جاتا ہے، توبہ میں جلدی کرنا، گزران پر قناعت اور عبادت میں نشاط اور جو موت کو بھول جائے اسے تین چیزوں کی سزا ملتی ہے، توبہ میں ٹال مٹول کرتا ہے، کفاف پر قناعت نہیں کرتا (یعنی دنیا کی حرص میں مبتلا ہو جاتا ہے) اور عبادت میں سستی کرنے لگتا ہے۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

اے غافل یا غفلت سے باز

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ قال دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مصلاہ فرأی ناساً کانھم یکتشرون فقال اما انکم لو اکثرتم ذکرھا ذم اللذات أشغلکم عما اری الموت …… الخ . (الترمذی و البیھقی . الترغیب)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو بعض لوگوں کے ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم لذتوں کو توڑنے والی ''موت'' کو کثرت سے یاد کرتے تو وہ ان چیزوں میں مشغول ہونے سے روک دیتی جن سے ہنسی آئے، ہر شخص کی قبر روزانہ اعلان کرتی ہے کہ میں بالکل تنہائی کا گھر ہوں، میں سب سے علیحدہ رہنے کا گھر ہوں، میں مٹی کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، جب مومن بندہ دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا بڑا مبارک ہے، تیرے آنے سے بڑی خوشی ہوئی، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے ان میں تو مجھے بہت پسند تھا آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھادوں گی، اس کے بعد وہ اتنی وسیع ہو جاتی ہے کہ جہاں تک مردہ کی نظر جائے وہاں تک زمین کھل جاتی ہے اور ایک کھڑکی جنت میں کھل جاتی ہے (جس سے وہاں کی خوشبوئیں اور ہوائیں وغیرہ آتی رہتی ہیں) اور جب کوئی بدکار یا کافر دفن ہوتا ہے تو زمین اس سے کہتی ہے کہ تیرا آنا بڑا نا مبارک ہے تیرے آنے سے جی بہت برا ہوا، جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے تو ان میں مجھے بہت ہی برا لگتا تھا۔ آج تو میری ماتحتی میں آیا ہے تو میں اپنا طرز عمل تجھے دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر وہ ایسی ملتی ہے (یعنی اس کو بھینچتی ہے) کہ مردے کی ہڈیاں پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر بتایا کہ اس طرح ہڈیاں پسلیاں ایک جانب کی دوسری جانب میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدھے اس پر مسلط کر دیئے جاتے ہیں اور وہ ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین کے اوپر پھونک مار دے تو قیامت تک زمین پر گھاس اگنا بند ہو جائے۔ یہ سب کے سب قیامت تک اس کو نوچتے رہیں گے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قبر یا تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔''

اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ہر وقت خوش طبعی میں لگے رہنا ہنستے کھلکھلاتے رہنا ایک مومن کے شایان شان نہیں موت اور اس کے بعد پیش آنے والے واقعات کو یاد کر کے اس کی تیاری میں لگنا چاہئے تاکہ وہاں کے خوفناک حالات کا سامنا نہ ہو اور قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بن جائے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور قبر کی یاد

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک مرتبہ ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور قبرستان میں پہنچ کر علیحدہ ایک جگہ بیٹھ کر کچھ سوچنے لگے کسی نے عرض کیا امیر المومنین آپ اس جنازہ

سے ولی تھے آپ ہی علیحدہ بیٹھ گئے؟ فرمایا ہاں مجھے ایک قبر نے آواز دی اور مجھ سے یوں کہا کہ اے عمر بن عبدالعزیز تو مجھ سے یہ نہیں پوچھتا کہ میں ان آنے والوں کے ساتھ کیا کیا کرتی ہوں؟ میں نے کہا تو ضرور بتا۔ اس نے کہا ان کے کفن پھاڑ دیتی ہوں، بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہوں، خون سارا چوس لیتی ہوں، گوشت کھا لیتی ہوں اور بتاؤں کہ آدمی کے جوڑوں کے ساتھ کیا کرتی ہوں، مونڈھوں کو بانہوں سے جدا کر دیتی ہوں اور بانہوں کو پہنچوں سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں کو بدن سے جدا کر دیتی ہوں اور سرینوں سے رانوں کو جدا کر دیتی ہوں یہ فرما کر عمر بن عبدالعزیزؒ رونے لگے اور فرمایا کہ دنیا کا قیام بہت ہی تھوڑا ہے اور اس کا دھوکہ بہت زیادہ ہے اس میں جو عزیز ہے وہ آخرت میں ذلیل ہے۔ اس میں جو دولت والا ہے وہ آخرت میں فقیر ہے۔ اس کا جوان بہت جلد بوڑھا ہو جائے گا۔ اس کا زندہ بہت جلد مر جائے گا، اس کا تمہاری طرف متوجہ ہونا تم کو دھوکہ میں نہ ڈال دے حالانکہ تم دیکھ رہے ہو کہ یہ کتنی جلدی منہ پھیر لیتی ہے اور بے وقوف وہ ہے جو اس کے دھوکہ میں پھنس جائے۔ کہاں گئے اس کے وہ دلدادہ جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کیے، بڑی بڑی نہریں نکالیں، بڑے بڑے باغ لگائے اور بہت تھوڑے دن رہ کر سب کچھ چھوڑ کر چل دیئے وہ اپنے صحت اور تندرستی سے دھوکہ میں پڑے کہ صحت کے بہتر ہونے سے ان میں شاید نشاط پیدا ہوا اور اس سے گناہوں میں مبتلا ہوئے وہ لوگ خدا کی قسم دنیا میں مال کی کثرت کی وجہ سے قابل رشک تھے باوجود یہ کہ مال کمانے میں ان کو رکاوٹیں پیش آتی تھیں مگر پھر بھی خوب کماتے تھے ان پر لوگ حسد کرتے تھے لیکن وہ بے فکر مال کو جمع کرتے رہتے تھے اور اس کے جمع کرنے میں ہر قسم کی تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے تھے، لیکن اب دیکھ لو کہ مٹی نے ان کے بدنوں کا کیا حال کر دیا اور خاک نے ان کے بدنوں کو کیا بنا دیا۔ کیڑوں نے ان کے جوڑوں اور ان کی ہڈیوں کا کیا حال بنایا۔ وہ لوگ دنیا میں اونچی اونچی مسہریوں پر اور اونچے اونچے فرش اور نرم نرم گدوں پر نوکروں اور خادموں کے درمیان آرام کرتے تھے، عزیز و اقارب، رشتہ دار اور پڑوسی ہر وقت دلداری کو تیار رہتے تھے، لیکن اب کیا ہو رہا۔ ان کو آواز دے کر ان سے پوچھ کہ کیا گزر رہی ہے۔ غریب امیر سب ایک میدان میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے مالدار سے پوچھا کہ اس کے مال نے کیا کام دیا، ان کے فقیر سے پوچھ کہ اس کے فقیر نے کیا نقصان دیا۔ ان کی زبان کا حال پوچھ جو بہت چہکتی تھی، ان کی آنکھوں کو دیکھ جو ہر طرف دیکھتی تھیں۔ ان کی نرم نرم کھالوں کا حال دریافت کر، ان کے خوبصورت اور دلربا چہروں کا حال پوچھ کیا ہوا ان کے نازک بدن کو معلوم کر کہاں گیا اور کیڑوں نے ان سب کا کیا حشر بنایا، ان کے رنگ کالے کر دیئے، ان کا گوشت کھا لیا ان کے منہ پر مٹی ڈال دی، اعضاء کو الگ الگ کر دیا، جوڑوں کو توڑ دیا، آہ کہاں ہیں ان کے وہ خدام جو ہر وقت ”حاضر ہوں جی“ کہتے تھے، کہاں ہیں ان کے وہ خیمے اور کمرے جن میں آرام کرتے تھے، کہاں ہیں ان کے وہ مال اور خزانے جن کو جوڑ جوڑ کر رکھتے تھے، ان حشم و خدم نے اس کو قبر میں کھانے کے لئے کوئی توشہ بھی نہ دیا اور اس کی قبر میں کوئی بستر بھی نہ بچھایا۔ کوئی تکیہ بھی نہ رکھ دیا، زمین پر ڈال دیا، کوئی درخت، پھول پھلواری بھی نہ لگا دی، آہ اب وہ بالکل اکیلے پڑے ہیں، اندھیرے میں پڑے ہیں، ان کے لئے اب رات دن برابر ہے، دوستوں سے مل نہیں سکتے، کسی کو اپنے پاس بلا نہیں سکتے۔ کتنے نازک بدن مرد نازک بدن عورتیں آج ان کے بدن بوسیدہ ہیں، ان کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا ہیں

آنکھیں نکل کر منہ پر گر گئیں، گردن جدا ہوئی پڑی ہے، منہ میں پانی پیپ وغیرہ بھرا ہوا ہے اور سارے بدن میں کیڑے چل رہے ہیں، وہ اس حال میں پڑے ہیں اور ان کی جوروؤں نے دوسرے نکاح کر لئے، وہ مزے اڑا رہی ہیں، بیٹوں نے مکانوں پر قبضہ کر لیا، وارثوں نے مال تقسیم کر لیا۔

مگر بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں جو اپنی قبروں میں لذتیں اڑا رہے ہیں۔ تر و تازہ چہروں کے ساتھ راحت و آرام میں ہیں (لیکن یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اس دھوکے کے گھر میں اس گھر کو یاد رکھا۔ اس کی امیدوں سے اُس کی امیدوں کو مقدم کیا اور اپنے لئے توشہ جمع کر دیا اور اپنے پہنچنے سے پہلے اپنے جانے کا سامان کر دیا)۔

اے وہ شخص جو کل کو قبر میں ضرور جائے گا تجھے اس دنیا کے ساتھ آخر کس چیز نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے، کیا تجھے یہ امید ہے کہ یہ کمبخت دنیا تیرے ساتھ رہے گی، کیا تجھے امید ہے کہ تو اس کوچ کے گھر میں ہمیشہ رہے گا۔ تیرے یہ وسیع مکان، تیرے باغوں کے پکے ہوئے پھل، تیرے نرم بستر، تیرے گرمی سردی کے جوڑے، یہ سب کے سب ایک دم رکھے رہ جائیں گے، جب ملک الموت آکر مسلط ہو جائے گا، کوئی چیز اس کو نہ ہٹا سکے گی، پسینوں پر پسینے آنے لگیں گے، پیاس کی شدت بڑھ جائے گی اور جان کنی کی سختی میں کروٹیں بدلتا رہ جائے گا، افسوس صد افسوس اے وہ شخص جو آج مرتے وقت اپنے بھائی کی آنکھ بند کر رہا ہے اپنے بیٹے کی آنکھ بند کر رہا ہے، اپنے باپ کی آنکھ بند کر رہا ہے ان میں سے کسی کو نہلا رہا ہے، کسی کو کفن دے رہا ہے، کسی کے جنازے کے ساتھ جا رہا ہے، کسی کو قبر کے گڑھے میں ڈال رہا ہے، کل کو تجھے یہ سب کچھ پیش آنا ہے۔

اور بھی اس قسم کی باتیں فرمائیں پھر دو شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کے ساتھ خوش ہوتا ہے جو عنقریب فنا ہونے والی ہے اور لمبی لمبی آرزوؤں اور دنیا کی امیدوں میں مشغول رہتا ہے۔ اے بے وقوف خواب کی لذتوں سے دھوکے میں نہیں پڑا کرتے۔ تیرا سارا دن غفلت میں گزرتا ہے اور تیری رات سونے میں گزرتی ہے اور موت تیرے اوپر سوار ہے۔ آج تو وہ کام کر رہا ہے کہ کل کو تو ان پر رنج کرے گا۔ دنیا میں چوپائے اسی طرح زندگی گزارتے ہیں جس طرح تو گزار رہا ہے۔" کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وصال ہو گیا، رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (فضائل صدقات)

قرآن کریم نے بھی اس دنیا سے مفارقت کے وقت انسان کی بے چارگی اور پریشان حالی کا اور نیز اس سے اگلی منزلوں کی دشواری کا تذکرہ جا بجا کیا ہے، چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَ قِيلَ مَنْ رَاقٍ وَّ ظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۔(القیمۃ)

"ہرگز ایسا نہیں، جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ (ارے) کوئی جھاڑ (پھونک) کرنے والا بھی ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے، اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔"

یعنی آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو، اس سفر آخرت کی پہلی منزل تو موت ہے جو بالکل قریب ہے یہیں سے باقی منزلیں طے کرتے ہوئے آخری ٹھکانے پر جا پہنچو گے۔ گویا ہر آدمی کی موت اس کے حق میں بڑی قیامت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے، جہاں مریض کی روح سمٹ کر ہنسلی تک پہنچی اور سانس حلق میں رکنے لگی سمجھو کہ سفر آخرت شروع ہو گیا۔

ایسی مایوسی کے وقت طبیبوں اور ڈاکٹروں کی کچھ نہیں چلتی جب لوگ ظاہری علاج و تدبیر سے عاجز آ جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈوں کی سوجھتی ہے، کہتے ہیں کہ میاں کوئی ایسا شخص ہے جو جھاڑ پھونک کر کے اس کو مرنے سے بچالے۔

مگر اس وقت مرنے والا سمجھ چکا ہوتا ہے کہ تمام عزیز و اقارب اور محبوب و مالوف چیزوں سے اس کو جدا ہونا ہے۔ روح بدن سے جدا ہونے والی ہے۔

بعض اوقات سکرات موت کی سختی سے ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے، نیز نیچے کے بدن سے روح کا تعلق منقطع ہونے کے بعد پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اس کے اختیار میں نہیں رہتا۔ اس لئے ایک پنڈلی دوسری پر بے اختیار جا گرتی ہے۔

مرنے والے کو اس وقت دو سختیاں پیش آتی ہیں، پہلی سختی تو یہی دنیا سے جانا، مال و اسباب، اہل و عیال، جاہ و حشم سب کو چھوڑنا، دشمنوں کی خوشی و طعنہ زنی اور دوستوں کے رنج و غم کا خیال آنا اور دوسری اس سے بڑی قبر اور آخرت کے احوال کی ہے جس کی کیفیت بیان میں نہیں آسکتی۔ (تفسیر عثمانی، بتغیر یسیر)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں انسان کو متوجہ کیا گیا کہ اپنی موت کو نہ بھولے، موت سے پہلے پہلے ایمان اور عمل صالح کی طرف آ جائے تا کہ آخرت میں نجات ملے، آیت مذکورہ میں موت کا نقشہ اس طرح کھینچا کہ غفلت شعار انسان بھول میں رہتا ہے یہاں تک موت سر پر آ کھڑی ہو اور روح ترقوہ یعنی گلے کی ہنسلی میں آ پھنسے اور تیمار دار لوگ دوا علاج سے عاجز ہو کر جھاڑ پھونک کرنے والوں کو تلاش کرنے لگیں اور ایک پاؤں کی پنڈلی دوسری پر لپٹنے لگے تو یہ وقت اللہ کے پاس جانے کا آ گیا۔ اب نہ توبہ قبول ہوتی ہے نہ کوئی عمل۔ اس لئے عقلمند پر لازم ہے کہ اس وقت سے پہلے اصلاح کی فکر کرے۔

''ہم تو بس اسی سے خوش ہوتے ہیں کہ چلو دن تو گزر رہے ہیں حالانکہ ہر دن جو گزر رہا ہے وہ ہمیں موت سے قریب ہی کرتا جا رہا ہے۔ پس اپنے لئے موت آنے سے پہلے پہلے خوب محنت سے عمل کر کے رکھو کیونکہ کامیابی و ناکامی کا سارا مدار عمل ہی پر ہے۔''

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی ایک اور گھٹا دی

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

زندگی برائے بندگی

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم

اعذر اللّٰہ الی امریٔ اخر اجلہ حتی بلغ ستین سنۃ ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر عذر پورا فرمادیا (یعنی اسے موقع دے کر اس پر حجت تمام فرمادی) جس کی موت اتنی موخر فرمادی کہ وہ ساٹھ سال کی عمر تک پہنچ گیا۔''

یعنی جس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگئی اور پھر بھی اعمال صالحہ سے اسے کوئی واسطہ نہ ہوا اور اس طرف کوئی توجہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔

مفسر ابن کثیر بروایت ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے روز کہا جائے گا کہاں ہیں ساٹھ سال کی عمر والے اور یہ وہ عمر ہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۔ (فاطر۳۷)

''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور (صرف عمر دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ) تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا۔'' (تفسیر ابن کثیر)

اس جگہ ''وجاء کم النذیر'' میں اشارہ ہے کہ انسان کو عمر بلوغ کے وقت سے اتنی عقل وتمیز منجانب اللہ عطاء ہوجاتی ہے کہ کم از کم اپنے خالق و مالک کو پہچانے اور اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے، اتنے کام کے لئے خود انسانی عقل بھی کافی تھی مگر اللہ جل شانہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس عقل کی امداد کے لئے نذیر بھی بھیجے۔ نذیر کے معنی اردو میں ڈرانے والے کے کئے جاتے ہیں۔ درحقیقت نذیر وہ شخص ہے جو اپنی رحمت و شفقت کے سبب اپنے لوگوں کو ایسی چیز سے بچنے کی ہدایت کرے جو اس کو ہلاکت یا مضرت میں ڈالنے والی ہیں اور ان چیزوں سے لوگوں کو ڈرائے۔ مراد اس سے معروف معنی کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام اور ان کے نائب علماء ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ وعکرمہ اور امام جعفر باقرؒ سے منقول ہے کہ نذیر سے مراد بڑھاپے کے سفید بال ہیں کہ جب وہ ظاہر ہوجائیں تو وہ انسان کو اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ اب رخصت کا وقت قریب آ گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کو بالغ ہونے کے بعد جتنے حالات پیش آتے ہیں اس کے اپنے وجود اور گردو پیش میں جو تغیرات و انقلابات آتے ہیں وہ سب ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نذیر اور انسان کو متنبہ کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن)

دنیاوی مشاغل میں الجھ کر اور شیطانی بہلاووں میں رہ کر آخرت کو بھول جانے والوں کو ایک جگہ متنبہ کیا جاتا ہے:

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمن۳۳)

''یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیاوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے کہ اس میں منہمک ہو کر اس دین سے غافل رہو اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے دھوکے میں ڈالے۔''

یعنی یقیناً وہ دن آ کر رہے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ لہذا دنیا کی چندروزہ بہار اور چہل پہل سے دھوکہ نہ کھاؤ کہ ہمیشہ اسی طرح رہے گی اور یہاں آرام سے ہو تو وہاں بھی آرام کرو گے؟ نیز یہ کہ اس دغاباز شیطان کے اغواء سے ہوشیار رہو جو اللہ کا

نام لے کر دھوکہ دیتا ہے، کہتا ہے کہ "میاں اللہ غفور رحیم ہیں خوب گناہ سمیٹو، مزے اڑاؤ، بوڑھے ہو کر اکٹھی توبہ کر لینا، اللہ سب بخش دے گا۔ تقدیر میں اگر اس نے جنت لکھ دی ہے تو گناہ کتنے ہوں ضرور پہنچ کر رہو گے اور دوزخ لکھی ہے تو کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ پھر کاہے کے لئے دنیا کا مزا چھوڑا۔" اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان کے مکروفریب سے بچائے آمین۔ (تفسیر عثمانی۔لقمن)

حضرت فضیل بن عیاضؒ کی ایک بوڑھے کو نصیحت

حضرت فضیل بن عیاضؒ نے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنی عمر کے کتنے سال گزار لئے۔ اس نے کہا ساٹھ سال۔ آپ نے فرمایا تم ساٹھ سال سے اپنے پروردگار کی طرف سفر طے کر رہے ہو اب تو پہنچنے کے قریب ہو گے۔ اس شخص نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپؒ نے فرمایا کہ یہ تم جو انا للہ کہہ رہے ہو اس کا مطلب سمجھتے بھی ہو؟ پس جس نے یہ سمجھ لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو اسے یہ بھی جان لینا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور جو یہ جان گیا کہ اسے اللہ کے روبرو کھڑا ہونا ہے وہ یہ بھی جان لے کہ اس سے پوچھ ہوگی اور جو یہ جان گیا کہ اس سے سوالات ہوں گے وہ ہر سوال کے لئے جواب کی تیاری کر کے رکھے۔ اس شخص نے آپ سے پوچھا کہ اب مجھے اس کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ یعنی ساری عمر تو غفلت میں گزار دی اب اس کے تدارک کی کیا صورت ہے؟ آپؒ نے فرمایا یہ تو بہت آسان ہے، اس نے کہا وہ کیا؟ آپ نے فرمایا جو عمر باقی ہے اس میں اچھائی کر لو پچھلا سب کچھ معاف ہو جائے گا اور اگر تم نے باقی عمر بھی گناہوں میں گزار دی تو اگلے پچھلے تمام گناہوں میں تم پکڑے جاؤ گے۔

اور جو شخص ساٹھ برس تک گھاٹ کی طرف چلتا ہی رہا تو اب گھاٹ پر پہنچنا اس کے لئے کوئی زیادہ دور نہیں۔

کسی دانا کا قول ہے کہ یہ لیل ونہار جس کے سواری بن چکے ہوں وہ اسے لے کر چلتے ہی جائیں گے اگر چہ وہ اپنی مرضی سے خود نہ چل رہا ہو۔ (جامع العلوم والحکم ص ۳۴۴)

حضرت معقل بن یسارؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ہر آنے والا دن انسان کو یہ ندا دیتا ہے کہ میں نیا دن ہوں اور جو کچھ تو میرے اندر کرے گا قیامت میں میں اس پر گواہی دوں گا اس لئے تجھے چاہئے کہ میرے ختم ہونے سے پہلے کوئی نیکی کر لے کہ میں اس کی گواہی دوں اور اگر میں چلا گیا تو پھر تو مجھے کبھی نہ پائے گا۔ اسی طرح ہر رات انسان کو یہ ندا دیتی ہے۔

(ذکرہ ابونعیم۔ کذافی القرطبی)

غفلت میں جوانی کی نہ پیری سے ہو غافل
مہلت تجھے ہر لحہ کمانے کی ہے حاصل
لازم ہے کہ ہر شام کے آخر سحر آوے

دُعا کیجئے

☆ یاالہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔ ☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

اللہ سے شرم کیجئے

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استحیوا من اللّٰہ حق الحیاء قال قلنا یا نبی اللّٰہ انا لنستحی والحمد للّٰہ قال لیس ذلک ولکن الاستحیاء من اللّٰہ حق الحیاء ان تحفظ الرأس وما وعٰی و تحفظ البطن وما حوٰی . ولتذکر الموت والبلٰی و من اراد الاٰخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیٰی من اللّٰہ حق الحیاء . (الترغیب /عن الترمذی)

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ معمولی حیا نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنے کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہو جانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے، پس جو شخص ان باتوں میں پورا اترے وہ واقعی حق تعالیٰ شانہ سے ایسی حیا کرنے والا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔''

اس حدیث میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں ایک یہ کہ اپنے تمام اعضاء و جوارح کی حفاظت کی جائے'' علماء نے لکھا ہے کہ سر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے، نہ عبادت کے لئے نہ تعظیم کے لئے، حتیٰ کہ جھک کر سلام بھی نہ کرے اور جن چیزوں کو سر نے گھیر رکھا ہے کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ، کان، زبان، یہ سب چیزیں سر کے تحت میں داخل ہیں ان سب کی (ممنوعات و محرمات سے) حفاظت کرے۔ اسی طرح پیٹ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ مال سے حفاظت کرے اور جس چیز کو پیٹ نے گھیر رکھا ہے سے مراد وہ چیزیں ہیں جو پیٹ کے قریب ہیں۔ جیسے شرمگاہ، ہاتھ، پاؤں اور دل کہ ان سب چیزوں کی حفاظت کرے۔'' (فضائل صدقات ص ۳۹۵)

قرآن کریم نے انسان کو اپنے اعضاء کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (بنی اسرائیل۔۳٦)

''کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی۔ (کہ آنکھ اور کان کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام اچھے تھے یا برے''

یعنی کان سے سوال ہوگا کہ تو نے عمر میں کیا کیا سنا، آنکھ سے سوال ہوگا کہ تمام عمر میں کیا کیا دیکھا، دل سے سوال ہوگا کہ تمام عمر دل میں کیسے کیسے خیالات پکائے اور کن کن چیزوں پر یقین کیا، اگر کان سے ایسی باتیں سنیں جن کا سننا شرعاً جائز نہیں تھا جیسے کسی کی غیبت یا حرام گانا بجانا وغیرہ یا آنکھ سے ایسی چیزیں دیکھنا جن کا دیکھنا شرعاً حلال نہ تھا جیسے غیر محرم عورت یا امرد یا

لڑکے پر نظر بد کرنا وغیرہ یا دل میں کوئی ایسا عقیدہ جمایا جو قرآن و سنت کے خلاف ہو یا کسی کے متعلق اپنے دل میں بلا دلیل کوئی الزام قائم کر لیا تو اس سوال کے نتیجے میں گرفتار عذاب ہوگا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ساری نعمتوں کا سوال ہوگا۔ (معارف القرآن۔۴۸۲/۵)

دوسرے یہ کہ مرنے اور مرنے کے بعد جسم کے خراب ہونے اور مٹی میں مل جانے کو یاد کرتا رہے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ۔ آپ کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (ایک روز) تم کو آ پکڑے گی۔ (کیونکہ موت سے فرار بالکلیہ کسی کے بس میں نہیں)'' (جمعہ۸)

ہزار کوشش کرو، مضبوط قلعوں میں دروازے بند کر کے بیٹھ رہو، وہاں بھی موت چھوڑنے والی نہیں اور موت کے بعد پھر وہی اللہ کی عدالت ہے اور تم ہو۔ یہود کی بڑی خرابی یہ تھی کہ کتابیں پیٹھ پر لدی ہوئی ہیں، لیکن ان سے منتفع نہیں ہوتے، دین کی بہت باتیں سمجھتے بوجھتے ہوئے دنیا کے واسطے چھوڑ بیٹھتے، دنیا کے دھندوں میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد اور آخرت کے تصور کو فراموش کر دیتے، ایسی روش سے ہم کو منع کیا گیا۔ (تفسیر عثمانی)

مراقبۂ موت

امام غزالیؒ موت کی فکر کا طریقہ اور تصور کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موت بڑی ہولناک چیز ہے اور موت کے بعد کے واقعات اس سے زیادہ خوفناک ہیں اور ان کا ذکر کرنا اور یاد رکھنا دنیا کو منغض (مکدر) بناتا اور اس دار ناپائیدار کی محبت کو دل سے نکال لیتا ہے اور دنیا کی محبت ہی ہر گناہ کی جڑ بنیاد ہے پس جب دنیا سے قلب کو نفرت ہوگئی تو سب کچھ مل گیا اور دنیا سے جبھی نفرت ہوگی جبکہ موت کا فکر اور خیال ہوگا کہ عنقریب ہم پر کیا آفت آنے والی ہے۔

فکر کا طریقہ یہ ہے کہ کسی وقت خلوت میں بیٹھ کر سارے خیالات کو دل سے نکال دو اور قلب کو بالکل خالی کر کے توجہ اور عزم کے ساتھ موت کا دھیان کرو۔ اول اپنے ان دوستوں اور عزیز و اقارب کا تصور کرو جو دنیا سے گزر گئے اور یکے بعد دیگرے ایک ایک کا دھیان کرتے جاؤ کہ یہ صورتیں کہاں چلی گئیں؟ یہ کیسی کیسی امیدیں اپنے ساتھ لے گئے؟ حرص و امل نے ان میں اپنا کتنا زور دکھایا؟ جاہ و مال کی کیا کچھ تمنائیں اور آرزوئیں ان کے دلوں میں رہیں مگر وہ آج سب خاک میں مل گئے اور منوں مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں کہ کوئی شخص ان کا نام نہیں لیتا۔ اس کے بعد مرنے والوں کے بدن اور جسم کا دھیان کرو کہ کیسے حسین اور نازک بدن تھے مگر اب پارہ پارہ ہوگئے، گل گئے، پھٹ گئے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن گئے اس کے بعد ان کے اعضاء و جوارح میں سے ایک ایک عضو کا دھیان کرو کہ وہ زبان کیا ہوئی جو کسی وقت چپ ہونا جانتی ہی نہیں تھی؟ وہ ہاتھ کہاں گئے جو حرکت کیا کرتے تھے؟ دیکھنے والی آنکھیں اور ان کے خوبصورت حلقے کس کیڑے کی خوراک بن گئے؟ غرض اس طرح دھیان کرو گے تو سعید (خوش نصیب) بن جاؤ گے کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سعید وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

افسوس کہ ہم موت جیسی ہولناک چیز سے غافل ہیں، اس زمین پر کہ جس کو ہم پاؤں سے روند رہے ہیں ہم سے پہلے سینکڑوں آئے اور چل دیئے مگر ہم سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ یہیں رہیں گے، موت کا خطرناک سفر درپیش ہے مگر ہمیں کچھ پرواہ نہیں۔ اس قدر غفلت طولِ امل نے پیدا کر رکھی ہے، اگرچہ یہ جہالت رفع ہو تو موت کا دھیان آئے۔ (تبلیغ دین ص ۳۲۱)

موت سے متعلق ایک دانا کی ایک بادشاہ کو نصیحت

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم استحیوا من اللّٰہ حق الحیاء قال قلنا یا نبی اللّٰہ انا لنستحی والحمد للّٰہ قال لیس ذلک ولکن الاستحیاء من اللّٰہ حق الحیاء ان تحفظ الرأس وما وعٰی و تحفظ البطن وما حوٰی . ولتذکر الموت والبلٰی و من اراد الاٰخرۃ ترک زینۃ الدنیا فمن فعل ذلک فقد استحیٰی من اللّٰہ حق الحیاء . (الترغیب/عن الترمذی)

ترجمہ: ”حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ لوگو! اللہ تعالیٰ سے ایسی حیاء کرو جیسا کہ اس کا حق ہے، ہم نے عرض کیا یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم لوگ حق تعالیٰ سے سب کے سب حیا کرتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ معمولی حیا نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہ سے حیا کا حق یہ ہے کہ آدمی سر کی حفاظت کرے اور اس چیز کی جس کو سر نے گھیر رکھا ہے اور پیٹ کی حفاظت کرے اور ان چیزوں کی جن پر پیٹ حاوی ہو رہا ہے اور ضروری ہے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھا کرے اور شکستگی (مرنے کے بعد ٹوٹ پھوٹ کر خاک ہوجانے) کو یاد رکھا کرے اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرتا ہے وہ دنیا کی زینت کو چھوڑ دیتا ہے، پس جو شخص ان باتوں میں پورا اترے وہ واقعی حق تعالیٰ شانہ سے ایسی حیا کرنے والا ہے جیسا کہ اس کا حق ہے۔“

صاحب ”لباب الاداب“ امیر اسامہ بن منقذ ؒ ۵۸۴ھ نقل کرتے ہیں: ”پرانے زمانے کے ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ اس کا بیٹا عین ایسے موقع پر اسے داغ مفارقت دے گیا جبکہ وہ سلطنت سنبھالنے کے قابل ہو چکا تھا۔ یہ اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، بادشاہ نے اپنے اکلوتے بیٹے (اور سلطنت کے تنہا وارث) کو اپنی آنکھوں کے سامنے موت کے منہ میں جاتے اور اپنی امید کا چراغ گل ہوتے دیکھا تو اس پر رنج و غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ وہ بہت ہی غمگین اور افسردہ رہنے لگا، پھر اپنے وقت کا ایک دانا اس کے پاس آیا اور بادشاہ کو یوں مخاطب کیا۔ ”اے بادشاہ اگر آپ عقل کو فیصل بناتے (ذرا غور سے کام لیتے) تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ جانے والے کے متعلق تعزیت تو اس کی ولادت کی خوشخبری ہی میں تھی، مبارکبادی کے وقت یہ نہیں کہا گیا تھا ”**طول اللّٰہ عمرہ**“ کہ اللہ اس کی عمر دراز کرے کہ سبھی جانتے ہیں عمر جس قدر بھی طویل ہو وہ چھوٹی ہی ہے اور موت ایک نہ ایک دن آ کر اس کا خاتمہ کر دیتی ہے اور مبارکباد میں بھی یہ بھی کہا گیا تھا کہ **جعلہ اللّٰہ خلفا صالحاً** خدا اسے بہترین جانشین بنائے اور جانشین بغیر کسی کے مر کر ختم ہوئے کوئی نہیں بنتا۔ آپ نے کب دیکھا کہ کسی کی زندگی کو دوام ہوا اور کسی کو تمام (اور کمال) نصیب ہوا ہے۔ کوئی مالدار جسے دولت لٹ جانے کا اندیشہ نہیں؟ ہے کوئی عمارت، جو کبھی منہدم یا ویران نہ ہو؟ کون سی خوشی ہے جس کے ہمراہ کوئی بے مزگی نہ ہو اور کون سا نفع ہے جس کے گلے لگ نقصان نہ ہو۔

بلا شبہ دنیا نے آواز دی تو سنا کر آواز دی اور وضاحت کی تو خوب کھول کر وضاحت کر دی کہ اس کے سرور اور شرور سب ساتھ ساتھ ہیں (خوشی غمی ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہیں) دنیا نے

مذاق کیا تو دھوکہ دیا اور ٹھٹھا کیا۔ اس نے دودھ پلایا تو زبردستی دودھ چھڑا دیا۔ آپ نے کب دیکھا کہ اس نے اپنی کسی خوبصورت شے کو اپنی کسی بدصورت شے کی دسترس سے بچالیا ہو۔ کبھی آپ کسی عالیشان محل میں گئے؟ جس کے خوبصورت حجروں سے پہلے اس کے پاخانے نہ ہوں۔ آپ کسی شہر میں گئے کہ جس کے قبرستان اس کی آبادی سے پہلے نہ ہوں۔ آپ نے کبھی کسی ہنستے ہوئے کو دیکھا کہ وہ دوسرے وقت رو نہ رہا ہو اور ایک وقت آسودہ حالی پر خوشی منانے والا دوسرے وقت بدحالی کی شکایت نہ کرر ہا ہو۔ افسوس ہے اس عقل پر جسے خواہشات نے اندھا کر دیا اور جسے شبہات نے دھوکے میں ڈال دیا۔ (لباب الآداب ص ۴۶۲)

یہ بات بڑے بڑے مصائب و حادثات کو سہل اور ہلکا بنا دیتی ہے کہ زمانہ ادلتا بدلتا رہتا ہے اور اس کے ایام ولیالی لوگوں کے درمیان ڈول کے مانند اوپر نیچے ہوتے رہتے ہیں اور جو اچھی یا بری بات پیش آ رہی ہے یہ یا تو ہمیں چھوڑ دے گی یا ہم اسے چھوڑ جائیں گے۔ تیسرے یہ کہ دنیا کی زیب وزینت عیش و عشرت سے کنارہ کش ہو جائے۔

حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: **انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوهم ايهم احسن عملا۔**

''ہم نے زمین پر کئی چیزوں کو اس (زمین) کے لئے باعث رونق بنایا، تا کہ ہم (اس کے ذریعہ) لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔'' (کہف ۷)

یعنی یہ امتحان کرنا ہے کہ کون اس دنیا کی زینت اور رونق پر دوڑتا ہے اور کون اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمرؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ! ''احسن عملا'' کون لوگ ہیں؟ فرمایا ''**احسنكم عقلا و اورعكم عن محارم الله واسرعكم فى طاعته سبحانه**'' جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے۔ (تفسیر عثمانی۔ کہف)

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ (قصص ۶۰)

''اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب و) زینت ہے (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا) اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ (یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے، سو کیا تم لوگ نہیں سمجھتے۔''

یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہو۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے۔ اگر وہاں عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشے ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایک مکدر و منغص زندگی کو بے غل وغش زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و باقی نعمتوں پر ترجیح دے۔ (تفسیر عثمانی۔ قصص)

دُعا کیجئے: ☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ ☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

آسمانی پند و نصائح

عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال قلت یا رسول اللّٰہ ما کانت صحف ابراھیم؟ قال کانت امثالاً کلھا ایھا الملک المسلط المبتلی المغرور اِنی لم أ بعثک لتجمع الدنیا بعضھا علی بعض ولکنی بعثتک لتردعنی دعوۃ المظلوم فانی لا أردھا ......الخ. (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے کیسے اور کیا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان صحیفوں میں امثال عبرت کا بیان تھا (ان میں سے ایک مثال میں ظالم بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا) اے لوگوں پر مسلط ہو جانے والے مغرور ومبتلی بادشاہ ! میں نے تجھے حکومت اس لئے نہیں دی تھی کہ تو دنیا کا مال پر مال جمع کرتا چلا جائے۔ بلکہ میں نے تو تجھے اقتدار اس لئے سونپا تھا کہ تو مظلوم کی بددعا مجھ تک نہ پہنچنے دے۔ (اس کی دادرسی وہیں کردے) کیونکہ میرا قانون یہ ہے کہ مظلوم کی دعا کو رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر کی زبان سے نکلی ہو) اور ایک مثال میں عام لوگوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ عقلمند آدمی کا کام یہ ہے کہ اپنے اوقات کے کئی حصے کرے ایک حصہ اپنے رب کی عبادت اور اس سے مناجات کا ہو، دوسرا حصہ اپنے اعمال کے محاسبے کا (کہ میں نے کیا کیا کتنے اوقات نیکیاں کمانے میں خرچ کئے اور کتنے برائیاں اور گناہ کمانے میں۔ اور ان اوقات میں کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا برے کام کئے، نیکیاں کس درجہ کی کمائیں اور گناہ کس درجے کے کئے اور کتنے اوقات محض بیکار ضائع کردیئے) اور ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت وصنعت میں غور وفکر کا اور ایک حصہ اپنی ضروریات معاش حاصل کرنے کا اور طبعی ضرورتیں پوری کرنے کا۔ اور فرمایا کہ عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ اپنی طاقت و توانائی صرف نہ کرے مگر تین چیزوں میں۔ اپنی آخرت کی تیاری میں، اپنے معاش کے بندوبست میں یا ایسی لذت کے حصول میں جو حرام نہ ہو اور عقلمند پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے کے حالات سے واقف رہے اور اپنے مقصود کام میں لگا رہے۔ اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جو شخص اپنے کلام کو اپنا عمل سمجھ لے گا اس کا کلام بہت کم صرف ضروری کاموں میں رہ جائے گا۔ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ صحف موسیٰ علیہ السلام میں کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سب عبرتیں ہی عبرتیں تھی۔ (جن میں سے چند یہ ہیں) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو مرنے کا یقین ہے پھر وہ کیسے خوش رہتا ہے۔ اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو دوزخ کا یقین ہے پھر وہ کیسے ہنستا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے اور وہ کیسے عاجز و درماندہ اور غمگین ہوتا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے انقلابات اور لوگوں کے عروج وزوال کو دیکھتا ہے پھر وہ کیسے دنیا پر مطمئن ہو بیٹھتا ہے۔ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت کے حساب پر یقین ہو پھر وہ کیسے عمل کو چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (کہ اس دن ہر قسم کا جانی، مالی مطالبہ نیک اعمال ہی سے پورا کیا جائے گا اور اپنے پاس نیک عمل نہ ہوں گے تو دوسرے کے گناہ حساب پورا کرنے

کو لینے پڑیں گے) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں تقویٰ اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ یہ تمام باتوں کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کچھ اور ارشاد ہو، آپ نے فرمایا تلاوت قرآن اور ذکر پر مداومت کیا کرو کہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور اور آسمان میں ذخیرہ ہونے کا ذریعہ ہے۔ میں نے عرض کیا مزید ارشاد ہو آپ نے فرمایا زیادہ ہنسنے سے بچو کہ یہ دل کو مردہ کر دیتا ہے اور چہرے کی رونق ختم کر دیتا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور ارشاد فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد کو لازم پکڑو کہ یہی میری امت کی رہبانیت (درویشی) ہے۔ میں نے مزید کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے سے کمتر کی طرف دیکھا کرو اور اس کی طرف نگاہیں نہ اٹھاؤ جو تم سے اوپر ہے۔ اس طرح تم پر جو خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان کی ناشکری سے باز رہ سکو گے۔ میں نے عرض کیا اور کچھ اور ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق گوئی کو اپناؤ اگرچہ کڑوی ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور وصیت فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اپنی کوتاہیاں لوگوں کی عیب جوئی سے روک دیں اور جو کچھ تم کر گزرتے ہو اس کے کرنے سے دوسروں پر خفا مت ہونا اور تمہارے نفس کے عیب دار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم لوگوں کے ایسے عیوب دیکھو کہ تمہیں اپنے اندر دکھائی نہ دیں اور تم ان پر ناراضگی کا اظہار کرو حالانکہ وہی کام تم بھی کرتے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا اے ابوذر انجام سوچنے سے زیادہ اور کوئی عقلمندی نہیں اور محرمات سے بچنے سے بڑھ کر اور کوئی پرہیز گاری نہیں اور اچھے اخلاق سے عمدہ کوئی اور شرافت نہیں''

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عام لوگوں میں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی نعمت و راحت تو نقد حاضر ہے اور آخرت کی نعمت و راحت نظروں سے غائب اور ادھار ہے۔ حقیقت سے ناآشنا لوگوں نے حاضر کو غائب اور نقد کو ادھار پر ترجیح دے دی، جو ان کے لئے دائمی خسارہ کا سبب بنی، اسی خسارہ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابوں اور رسولوں کے ذریعہ آخرت کی نعمتوں، راحتوں کو ایسا واضح کر دیا کہ گویا وہ حاضر و موجود ہیں اور یہ بتلا دیا کہ جس چیز کو تم نقد سمجھ کر اختیار کرتے ہو یہ متاع کاسد (گھٹیا) و ناقص اور بہت جلد فنا ہو جانے والا ہے عقلمند کا کام نہیں کہ ایسی چیز میں اپنا دل ڈالے اور اس لئے اپنی توانائی صرف کرے۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آگے ارشاد فرمایا والآخرة خير و ابقى۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کو تنبیہ ہے کہ ذرا عقل سے کام لو، کس چیز کو اختیار کر رہے ہو اور کس کو چھوڑ رہے ہو۔ دنیا جس پر تم فریفتہ ہو اول تو اس کی بڑی سے بڑی راحت و لذت بھی رنج و غم اور کلفت و مشقت کی آمیزش سے خالی نہیں۔ دوسرے اس کا کوئی قرار و ثبوت نہیں۔ آج کا بادشاہ کل کا فقیر، آج کا جوان، شہ زور کل کا ضعیف و عاجز ہوتا ہے۔ رات دن دیکھتے ہو بخلاف آخرت کے کہ وہ ان دونوں عیبوں سے پاک ہے، اس کی ہر نعمت و راحت خیر ہی خیر ہے اور دنیا کی نعمت و راحت سے اس کو کوئی نسبت نہیں اور اس سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ''ابقیٰ'' ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ انسان ذرا غور کرے کہ اس کو کہا جائے کہ تمہارے سامنے دو مکان ہیں ایک عالیشان محل

اور بنگلہ تمام ساز و سامان سے آراستہ ہے اور دوسرا ایک معمولی کچا مکان ہے اور یہ سامان بھی اس میں نہیں اور تمہیں ہم اختیار دیتے ہیں کہ یا تو یہ بنگلہ لے لو مگر صرف مہینہ دو مہینہ کے لئے اس کے بعد اسے خالی کرنا ہوگا یا یہ کچا مکان لے لو جو تمہاری دائمی ملکیت ہوگی تو عقلمند انسان ان دونوں میں کس کو ترجیح دے گا۔ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ آخرت کی نعمتیں اگر بالفرض ناقص اور دنیا سے کم درجہ کی ہوتیں مگر ان کے دائمی ہونے کی وجہ سے وہی قابل ترجیح تھیں اور جبکہ وہ نعمتیں دنیا کی نعمتوں کے مقابلے میں خیر اور افضل اور اعلیٰ بھی ہیں تو کوئی احمق بدنصیب ہی ان کو چھوڑ کر دنیا کی نعمت کو ترجیح دے سکتا ہے۔ (معارف القرآن ۸/۷۲۶)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عثمان ذوالنورین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد اور تیسرے خلیفہ تھے اور جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ ان کا یہ حال تھا کہ جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی۔ کسی نے سوال کیا آپ جنت اور دوزخ کے تذکرہ سے نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ سو اگر قبر کی مصیبت سے (کسی نے) نجات پالی تو اس کے بعد کی سب منزلیں (حشر، حساب، پل صراط) سب آسان ہیں اور اگر اس کی مصیبت سے نجات نہ پائی تو اس کے بعد کی منزلیں اس سے زیادہ سخت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ قبر سے برا اور مصیبت والا منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

قبر بڑی مصیبت کی جگہ ہے، اللہ جس پر رحم فرمائے بس اس کی خیریت ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ روتے روتے اپنے داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر کر لیتے تھے تو ہم کو قبر کو یاد کر کے کتنا رونا چاہئے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت آئی اور اس نے مجھ سے کہا: اَعَاذَکِ اللّٰہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (اللہ تجھے عذاب قبر سے پناہ میں رکھے) میں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا قبر میں عذاب ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، عذاب قبر حق ہے! اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی بھی نماز پڑھی عذاب قبر سے اللہ کی پناہ ضرور مانگی۔ (بخاری و مسلم)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

شرح صدر بے مثال نعمت

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال تلا رسول الله صلی اللّـه علیه وسلم فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام فقال رسول الله صلی اللّٰه علیه وسلم ان النور اذا داخل الصدر انفسح فقیل یا رسول الله هل لتلک من علم یعرف به قال نعم التجافی من دارالغرور والانابة الی دار الخلود والاستعداد للموت قبل نزوله (المشکوۃ عن البیهقی فی الشعب)

ترجمہ: ''ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت فمن یرد الله الایة تلاوت فرمائی (ترجمہ: پس حق تعالیٰ جس کو ہدایت فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں اسلام کے لئے اس کا سینہ کھول دیتے ہیں) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب خاص نور سینہ (یعنی دل میں) داخل ہوتا ہے تو سینہ (حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے) کھل جاتا ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی کوئی علامت ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہو گیا ہے؟ فرمایا ہاں دھوکے کے گھر سے بُعد ہو جانا (یعنی دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبرانا) اور رہنے کے گھر کی طرف رجوع اور موت آنے سے پہلے اس کی تیاری۔''

شرح صدر خدا تعالیٰ کی ایک بیش بہا نعمت اور خاص عنایت ہے اس کا حاصل ہو جانا انسان کے ہدایت یافتہ ہونے کی دلیل ہے۔ اس کے بالمقابل جسے اس کا حصول نہ ہو اس کے لئے فکر کا مقام ہے، کیونکہ جن کے مقدر میں گمراہی ہوتی ہے انہی کا حال ان سے جدا ہوتا ہے، چنانچہ آگے ارشاد ہے:

وَ مَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (انعام ۱۲۵)

''اور جس کو (تکویناً وتقدیراً) بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینے (یعنی قلب) کو تنگ بہت ہی تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان پر زور سے چڑھتا ہو اور چڑھا نہیں جاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔''

نیز ارشاد ہے: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ (زمر ۲۲)

''بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے دین اسلام کے واسطے سو وہ روشنی میں ہے اپنے رب کی طرف سے۔ سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں اللہ کی یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھٹکتے صریح۔ (یعنی کھلی گمراہی میں گرفتار ہیں)۔''

یعنی دونوں برابر کہاں ہو سکتے ہیں ایک وہ کہ جس کا سینہ اللہ نے قبول اسلام کے لئے کھول دیا نہ اسے اسلام کے حق ہونے میں کچھ شک وشبہ ہے نہ احکام اسلام کی تسلیم سے انقباض۔ حق تعالیٰ نے اس کو توفیق وبصیرت کی ایک عجیب روشنی عطا فرمائی کہ جس کے اجالے میں نہایت سکون واطمینان کے ساتھ اللہ کے راستے پر اڑا چلا جا رہا ہے۔

دوسرا بدبخت جس کا دل پتھر کی طرح سخت ہو نہ کوئی نصیحت اس پر اثر کرے نہ خیر کا کوئی قطرہ اس کے اندر گھسے۔ کبھی خدا کی

یاد کی توفیق نہ ہو۔ یوں ہی اوہام واہواء اور رسوم وتقلید کی آباء کی اندھیریوں میں بھٹکتا پھرے؟ (تفسیر عثمانی)

اور شرح صدر جیسی بے مثال نعمت مل جانے کی علامت جو حدیث شریف میں بیان ہوئی وہی ہے جس کا تذکرہ بار بار اس کتاب میں آرہا ہے، یعنی دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی توجہ اور موت کی تیاری۔ ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اس معیار پر پورا اترنے کی کوشش کرے اور جس قدر اس میں کمی کوتاہی محسوس ہو اس کا تدارک کرنے کی فکر کرے۔

رب اشرح لی صدر للاسلام وارزقنی التجافی من دارا الغرور والانابة الی دارالخلود ووفقنی الی الا ستعداد للموت. واعوذبک من القسوة والغفلة و ضیق الصدر

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بحرین سے مشک آیا، آپ نے فرمایا کوئی عورت اسے تول دیتی تو میں اسے تقسیم کردیتا۔ آپ کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں تول دوں گی، فرمایا تم سے نہیں تلواتا ہوں۔ کیونکہ وہ تولتے وقت تمہارے ہاتھ میں لگے گا اور تمہارا ہاتھ گردن وغیرہ میں لگے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے حصہ میں دوسرے مسلمانوں سے زیادہ آجائے گا کیونکہ مشک کا نفع خوشبو ہی تو ہے۔ جب تمہارے پاس خوشبو زیادہ آ گئی تو تمہارے حصہ میں دوسروں سے زیادہ مشک آ گیا۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فکر آخرت کا یہ واقعہ بھی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک روز آپ راستے میں گزر رہے تھے کہ ایک شخص پر نظر پڑی جو برسرِ راہ ایک عورت سے باتیں کررہا تھا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ یہ غیر عورت سے باتیں کررہا ہے اس کے ایک درہ ماردیا اس نے کہا حضرت یہ تو میری بیوی ہے۔ اس سے باتیں کرنے پر آپ نے مجھے کیوں سزا دی۔ فرمایا: تمہاری بیوی ہے مگر تم راستے میں کھڑے ہوکر کیوں باتیں کررہے ہو، اس سے مسلمان تمہاری طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوکر غیبت کریں گے۔ اس نے کہا اگرچہ ہم دونوں باہر سے آئے ہیں اور ابھی شہر میں داخل ہوئے ہیں اور یہ مشورہ کررہے ہیں کہ کہاں قیام کریں۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس کے جو درہ مارا تھا اس پر پشیماں ہوئے اور آخرت کے بدلہ سے بچنے کے لئے اس سے فرمایا اچھا تم اپنا بدلہ لے لو، اس نے کہا میں نے معاف کیا، آپ نے اس سے بدلہ لینے پر اصرار کیا، اس نے پھر کہا کہ میں نے معاف کیا، یہاں تک کہ جب تین بار اس نے معاف کردیا تب آپ کا دل مطمئن ہوا، اور آپ نے اسے جزاک اللہ سے دعا دی۔ (سیرت خلفائے راشدین)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرمادیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمایئے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

پانچ چیزیں غنیمت بھی اور نعمت بھی

عن عمرو بن میمون الاودی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لرجل و ھو یعظہ اغتنم خمسا قبل خمس، شبابک قبل ھرمک و صحتک قبل سقمک و غناک قبل فقرک و فراغک قبل شغلک و حیاتک قبل موتک. (المشکوۃ عن الترمذی مرسلاً)

ترجمہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت جانو۔ اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو بیماری سے پہلے، خوشحالی کو فقر وفاقہ سے پہلے اور فرصت کے اوقات کو مشغول ہوجانے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔''

جوانی کی قوت وصلاحیت، صحت وتندرستی، خوشحالی و فارغ البالی اور یکسوئی کی زندگی یہ ایسی نعمتیں ہیں جو ہر کسی کو ہر وقت میسر نہیں ہوتیں۔ جوانی ڈھل جانے کے بعد بڑھاپا اور اس کے عوارض انسان کا پیچھا کرتے ہیں۔ صحت گرجانے کے بعد کمزوری اور پست ہمتی لاحق ہوجاتی ہے۔ دولت ختم ہوجانے کے بعد فقر و فاقہ اور آئے دن طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور فرصت کے اوقات ہاتھ سے نکل جانے کے بعد پھر انسان لاکھ جتن کرے، دوبارہ یہ نعمت ہاتھ نہیں آتی اور زندگی تو ہے ہی ایسی چیز کہ اس کے خاتمے کے بعد اعمال کا دفتر بند کردیا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث پاک میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان نعمتوں سے آخرت کی لازوال زندگی کے لئے جو کرنا ہے کرلو

؎ گیا وقت پھر آتا نہیں

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ (سورۂ عصر)

''قسم ہے زمانے کی انسان (اپنی عمر ضائع کرنے کی وجہ سے) بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور ایک دوسرے کو حق پر قائم رہنے کی فہمائش (تاکید) کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔''

عام حضرات مفسرین نے فرمایا کہ انسان کے تمام حالات، اس کی نشوونما اور اس کی حرکات وسکنات، اعمال اخلاق سب زمانے ہی کے اندر ہوتے ہیں۔

والعصر یعنی قسم ہے زمانے کی جس میں انسان کی عمر بھی داخل ہے جسے تحصیل کمالات وسعادات کے لئے ایک متاع گرانمایہ سمجھنا چاہئے۔

ان الانسان لفی خسر اس سے بڑھ کر ٹوٹا کیا ہوگا کہ برف بیچنے والے دکاندار کی طرح اس کی تجارت کا راس المال جسے عمر عزیز کہتے ہیں دم بدم کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر اس رواداری میں کوئی ایسا کام نہ کرلیا جس سے یہ عمر رفتہ ٹھکانے لگ جائے، بلکہ ایک ابدی اور غیر فانی متاع بن کر ہمیشہ کے لئے کارآمد بن جائے تو پھر خسارہ کی کوئی انتہا نہیں۔

زمانے کی تاریخ پڑھ جاؤ اور خود اپنی زندگی کے واقعات پر غور کرو تو ادنیٰ غور وفکر سے ثابت ہوجائے گا کہ جن لوگوں نے انجام

بینی سے کام نہ لیا اور مستقبل سے بے پروا ہو کر محض فانی لذتوں میں وقت گزار دیا وہ آخر کار کس طرح ناکام و نامراد بلکہ تباہ و برباد ہو کر رہے، آدمی کو چاہئے کہ وقت کی قدر پہچانے اور عمر عزیز کے لمحات کو یونہی غفلت و شرارت یا لہو ولعب میں نہ گنوائے، جو اوقات تحصیل شرف و مجد اور اکتساب فضل و کمال کی گرم بازاری کے لئے ہیں...... اگر غفلت و نسیان میں گزار دیئے تو سمجھو کہ اس سے بڑھ کر آدمی کے لئے کوئی خسارہ نہیں ہو سکتا، بس خوش نصیب اور اقبال مند انسان وہی ہیں جو اس عمر فانی کو باقی اور ناکارہ زندگی کو کارآمد بنانے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اور بہترین اوقات اور عمدہ مواقع کو غنیمت سمجھ کر کسب سعادت اور تحصیل کمال کی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر آگے الا الّذین امنوا وعملوا الصلحت میں کیا گیا ہے۔

یعنی انسان کو خسارے سے بچنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہے اول خدا اور رسول پر ایمان لائے اور ان کی ہدایات اور وعدوں پر خواہ دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے، پورا یقین رکھے، دوسرے اس یقین کا اثر محض قلب و دماغ تک محدود نہ رہے بلکہ جوارح میں ظاہر ہو اور اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کا آئینہ ہو۔ تیسرے محض انفرادی صلاح و فلاح پر قناعت نہ کرے بلکہ قوم و ملت کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر رکھے۔ دو مسلمان ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملے میں سچائی کی تاکید کرتے رہیں۔

چوتھے ہر ایک کو دوسرے کی یہ نصیحت و وصیت رہے کہ حق کے معاملے میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستے میں جس قدر سختیاں دشواریاں پیش آئیں یا خلاف طبع امور کا تحمل کرنا پڑے، پورے صبر و استقامت سے تحمل کریں۔ ہرگز قدم نیکی کے راستے سے ڈگمانے نہ پائے۔ جو خوش قسمت حضرات ان چار اوصاف کے جامع ہوں گے اور خود کامل ہو کر دوسروں کی تکمیل کریں گے ان کا نام صفحات دہر پر زندہ و جاوید رہے گا اور جو آثار چھوڑ کر دنیا سے جائیں گے وہ بطور باقیات ہمیشہ ان کے اجر کو بڑھاتے رہیں گے۔

فی الحقیقت یہ چھوٹی سی سورت سارے دین و حکمت کا خلاصہ ہے۔ امام شافعیؒ نے سچ فرمایا کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی ایک سورت نازل کردی جاتی تو (سمجھ دار بندوں کی) ہدایت کے لئے کافی تھی۔ بزرگان سلف میں جب دو مسلمان آپس میں ملتے تھے تو جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو یہ سورت سنایا کرتے تھے۔ (تفسیر عثمانی۔ سورۃ العصر)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

آخری لمحات کی کیفیات

عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت رأیت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو یموت و عنده قدح فیه مآء فیدخل یده فی القدح ثم یمسح وجهه بالماء ثم یقول اللّٰهم اعنی علی سکرات الموت. (رواہ ابن ماجه والترمذی)

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو رہا تھا تو پانی سے بھرا ہوا پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رکھا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے مبارک ہاتھ کو پیالے میں ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے اور فرماتے تھے یا اللہ! نزع کی سختی پر میری مدد فرما۔

بخاری شریف کی اسی مضمون کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی میں اپنا مبارک ہاتھ ڈالتے اور پھر منہ پر ملتے اور فرماتے تھے **لا اله الا الله ان للموت لسکرات** یعنی کلمہ طیبہ پڑھتے اور فرماتے کہ موت کی بہت شدتیں ہوتی ہیں۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی مسکین پر اگر کوئی آفت کوئی مصیبت، کوئی حادثہ، کوئی رنج، کوئی تکلیف، کوئی مشقت، کوئی خوف کبھی بھی نہ آئے تب بھی موت کی سختی، نزع کی حالت اور اس کا اندیشہ ایسی چیز ہے جو اس کی ساری لذتوں کو مکدر کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس کی ساری راحت و آرام کو کھو دینے والی چیز ہے، اس کی غفلت کو زائل کر دینے کے لئے اس کا فکر کر بہت کافی ہے۔ یہی چیز خود اتنی سخت ہے کہ اس کی فکر اور اس کی تیاری میں آدمی کو ہر وقت مشغول رہنا چاہئے۔ بالخصوص ایسی حالت میں کہ اس کا وقت معلوم نہیں کہ کب آ کر مسلط ہو جائے۔

اس لئے کہ موت براہ راست ساری روح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضاء میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے بدن کا کوئی حصہ بھی ایسا نہیں ہوتا جس میں اتنی تکلیف نہ ہو جتنی کہ اس کے کاٹنے میں ہوتی ہے اس لئے کہ کسی عضو کے کاٹنے سے اس وجہ سے تکلیف ہوتی ہے کہ روح اس سے جدا ہوتی ہے اور اگر وہ مردہ ہو اس میں روح نہ ہو تو اس کے کاٹنے سے ذرا بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ پس جب روح کے ذرا سے حصے کے جدا ہونے سے اتنی تکلیف ہوتی ہے تو جب ساری روح کو بدن کے تمام حصے سے کھینچا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کتنی تکلیف ہوگی۔ لیکن بدن کا اگر ایک حصہ کاٹا جاتا ہے تو روح کا بقیہ حصہ سارے بدن میں موجود ہوتا ہے، وہ اس وقت قوی ہوتا ہے، اس لئے آدمی چلاتا ہے، تڑپتا ہے۔ مگر جب ساری روح کھینچی جاتی ہے تو اس میں ضعف کی وجہ سے اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے۔ البتہ اگر بدن قوی ہوتا ہے تو اس کی بقدر سانس کے اکھڑنے کے وقت اس میں آواز پیدا ہوتی ہے جو سنائی دے جاتی ہے۔ قوت نہیں ہوتی تو یہ بھی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے نکلنے کے بعد ہر عضو آہستہ آہستہ ٹھنڈا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اس لئے کہ روح پاؤں کی طرف سے سب سے پہلے کھینچتی ہے اور وہاں سے نکل کر منہ کے ذریعہ سے جاتی ہے۔ پھر پنڈلیاں ٹھنڈی ہوتی ہیں پھر رانیں، اسی طرح ہر ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے۔ اور ہر ایک عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی اس کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ جب روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعاؤں میں یہ بھی دعا ہے کہ یا اللہ! مجھ پر موت کی اور نزع کی سختی آسان فرما۔ لوگ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں اس دعا کو مانگتے ہیں مگر اس کی تکلیف سے ناواقف ہونے کی وجہ سے سرسری طور پر مانگ لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یا اللہ تو روح کو پٹھوں سے ہڈیوں سے اور انگلیوں میں سے نکالتا ہے، مجھ پر موت کی سختی آسان کردے۔ حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ موت کی سختی کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تین سو جگہ تلوار کی کاٹ سے ہوتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے دریافت کیا کہ موت کی کیفیت بیان کرو، انہوں نے عرض کیا کہ امیر المومنین جس طرح ایک کانٹے دار ٹہنی کو آدمی کے اندر داخل کردیا جائے جس کے ساتھ بدن کا ہر جز ولپٹ جائے پھر ایک دم اس کو کھینچ لیا جائے اس طرح جان کھنچتی ہے۔

اس کے بعد امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ موت کی سختیاں ہیں جب اللہ کے مقرب اور نیک بندوں کو پیش آتی ہیں تو ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ ہم سرتا پا گناہوں میں غرق ہیں۔

(احیاء بتغیر واختصار ۴/۴۹۰/۴۹۲)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے لیٹے ہوئے تھے کہ لیٹے ہی لیٹے رونے لگے۔ ان کا رونا دیکھ کر بیوی بھی رونے لگیں، بیوی سے دریافت فرمایا تو کیوں روتی ہے۔ عرض کیا آپ کو روتا ہوا دیکھ کر میں بھی رونے لگی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اللہ جل شانہٗ کا فرمان: وَاِنَّ مِنكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (اور تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا دوزخ پر گزر نہ ہو) یاد آگیا جس میں پل صراط پر سے گزرنے کی خبر دی گئی ہے۔ اب یہ سوچ کر رو رہا ہوں کہ معلوم نہیں پل صراط کو عبور کر کے جنت میں چلا جاؤں گا یا دوزخ میں گر جاؤں گا۔ (مستدرک حاکم)

دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم ہوگا۔ اس پر ہر ایک نیک و بد کا گزرنا ہوگا، سب سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو لے کر گزریں گے جسے جنت میں بھیجنا ہوگا اسے اللہ تعالیٰ شانہ پار اتار دیں گے اور جسے اپنی شامت اعمال سے دوزخ میں جانا ہوگا وہ دوزخ میں گر پڑے گا۔ اسی منظر کو یاد کر کے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ اللہ جل شانہٗ ہم کو بھی ان حضرات جیسی فکرِ آخرت نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہوجائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجائے۔ آمین یارب العالمین

جیسی روح ویسے فرشتے

عن البراء بن عازب رضی اللّٰہ عنه قال خرجنا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی جنازة رجل من الانصار فانتهینا الی القبر ولما یلحد فجلس رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وجلسنا حوله کان علی رؤسنا الطیر وفی یده عود ینکت به الارض فرفع راسه ،فقال "استعیذوا باللّٰہ من عذاب القبر" مرتین أو ثلاثا............الخ . (رواہ احمد)

ترجمہ: ''حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی انصاری صحابی کے جنازہ میں گئے۔ ہم قبرستان پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ ہم بھی آپ کے اردگرد ایسے خاموش بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ایک لکڑی تھی جس سے آپ زمین کرید رہے تھے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف مخاطب ہوکر فرمایا تم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہو۔ یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین بار ارشاد فرمائی پھر فرمایا کہ مومن جب دنیا سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے اور آخرت کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نہایت سفید (روشن) چہرے والے فرشتے آتے ہیں، گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہوں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور خاص جنتی خوشبو ہوتی ہے۔ وہ اس کی حدنگاہ تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور رضا کی طرف نکل۔ پس فوراً اس کی روح اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشکیزہ سے قطرہ بہہ کر نکل آتا ہے۔ پھر اسے ملک الموت لے لیتے ہیں۔ پھر جیسے ہی وہ ملک الموت کے ہاتھ میں آتی ہے پلک جھپکنے بھر بھی دوسرے فرشتے اسے ان کے ہاتھوں میں رہنے نہیں دیتے۔

اسے لے کر اپنے ساتھ لائے ہوئے جنتی کفن پہنا دیتے ہیں اور وہ خوشبو مل دیتے ہیں جس سے ایسی خوشبو آنے لگتی ہے گویا کہ دنیا کا سب سے عمدہ مشک مہک رہا ہو۔ پھر اس روح کو لے کر اوپر جاتے ہیں اور فرشتوں کے جس جمگھٹے پر ان کا گزر ہوتا ہے سب پوچھتے ہیں کہ یہ ایسی پاکیزہ روح کون ہے وہ ان سے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اچھے سے اچھا نام اس کا لیا جاتا تھا وہ بتلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا پر اسے لے کر پہنچ جاتے ہیں پھر اس کے لئے (آسمان کا دروازہ) کھلواتے ہیں۔ ان کے لئے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پھر ہر آسمان کے مقرب فرشتے اسے اگلے آسمان تک پہنچانے کے لئے ساتھ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اسے ساتویں آسمان تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ پھر حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندے کا اعمال نامہ علیین میں درج کردو اور اس کو زمین کی طرف لوٹا دو۔ کیونکہ ان کو میں نے زمین ہی سے پیدا کیا ہے اور مرنے کے بعد اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر اسی زمین سے ان کو دوبارہ زندہ کر کے نکالوں گا۔ پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بیٹھاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے وہ پوچھتے ہیں وہ شخص جو تیرے پاس آئے کون ہیں وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کے

رسول ہیں۔ وہ کہتے ہیں تجھے کیا خبر؟ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔ تو آسمان سے ایک آواز دینے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے بالکل سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا بستر بچھا دو اور اسے جنت کا جوڑا پہنا دو اور جنت کی جانب ایک دریچہ اس کے لئے کھول دو، چنانچہ اس دروازہ سے جنت کی تازہ ہوا اور خوشبو آنے لگتی ہے۔ اور پھر اس کی قبر حد نگاہ تک کشادہ کردی جاتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک نہایت خوبصورت خوش پوشاک عمدہ خوشبو میں بسا ہوا شخص آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تجھے خوشخبری ہو ایسی چیزوں کی جس سے تیرا جی خوش ہو جائے گا۔ یہ تیرا وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ ہوا تھا۔ یہ بندہ اس سے پوچھتا ہے کہ تو کون ہے، تیرا چہرہ واقعی ایسا ہے جس سے خیر ہی خیر ٹپک رہا ہے۔ آنے والا شخص کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں تو وہ (مردہ خوشی میں بے اختیار) کہتا ہے کہ اے میرے رب قیامت قائم فرما دیجئے اے میرے رب قیامت قائم فرما دیجئے تا کہ میں اپنے مال و اولاد میں (جلدی) لوٹ جاؤں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی کافر دنیا سے آخرت کی طرف منتقل ہونے لگتا ہے ۔تو اس کے پاس آسمان سے نہایت سیاہ چہرے (اور بھیانک شکل و صورت) والے فرشتے آتے ہیں جن کے ہمراہ (اس کے واسطے کفن کے بجائے) ٹاٹ ہوتا ہے۔ وہ سب اس کی حد نگاہ تک اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے گندی روح چل نکل، اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کی طرف تو اس کی روح اس کے بدن میں پھیل جاتی ہے (اور اس کے جسم سے چمٹ جاتی ہے) ملک الموت اسے اس کے جسم سے اس طرح (زبردستی) کھینچ کر نکالتے ہیں جس طرح گوشت بھوننے کی (کانٹے دار) سیخ بھیگے ہوئے اون میں سے کھینچ کر نکالی جائے۔ پھر اس کو جیسے ہی ملک الموت نکال کر پکڑتے ہیں تو پلک جھپکتے ہی دوسرے فرشتے اسے ان سے لے کر ساتھ لائے ہوئے ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں اور اس میں سے ایسی بدبو اور سڑاند آنے لگتی ہے کہ گویا دنیا کا سب سے گندا مردار مہک رہا ہو۔ پھر اسے لے کر اوپر چلتے ہیں اور جہاں ان کا گزر فرشتوں کے کسی گروہ پر ہوتا ہے تو وہ فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی ایسی ناپاک روح ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو سب سے (گھٹیا لقب) اور برا نام جس سے اسے جانا جاتا تھا وہ بتاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسے نچلے آسمان تک لے جایا جاتا ہے پھر جب اس کے لئے دروازہ کھلوایا جاتا ہے تو اس کے لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ: "ان (کفار کی روح کے صعود) کے لئے (مرنے کے بعد) آسمان کے دروازے نہ کھولے جاویں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے۔" پھر حق تعالیٰ شانہ کا حکم ہوگا کہ اس کا اعمالنامہ سجین زمین کے سب سے نچلے طبقے میں لکھ دو۔ (جہاں نافرمان بندوں کے اعمال نامے رکھے جاتے ہیں) پھر اس روح کو وہیں سے نیچے پٹک دیا جاتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (ترجمہ) "اور جو اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لے جا کر پٹک دیا۔" پھر اس کی روح اس کے بدن میں لوٹا دی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے سوال کرتے ہیں کہ بتا تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ وہ سوال کرتے ہیں بتا تیرا مذہب کیا ہے۔ وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں بتا! یہ شخص جو تمہارے لئے

بھیجے گئے تھے وہ کون ہیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ تو آسمان سے ایک آواز دینے والا آواز دیتا ہے کہ اس نے جھوٹ بکا اس کے لئے جہنم کا بچھونا بچھا دو اور جہنم کا لباس پہنا دو اور جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، جہاں سے اس کو جہنم کی آنچ اور لو پہنچنے لگتی ہے۔ پھر اس کی قبر اسے اس طرح بھینچ دیتی ہے کہ جس سے اس کی ہڈی پسلی ایک دوسرے میں گھس جاتی ہے۔ پھر ایک بدصورت گندے کپڑے والا نہایت بدبودار آدمی اس کے سامنے نمودار ہوتا ہے اور کہتا ہے تجھے خوشخبری ہو ایسی چیزوں کی جس سے کبھی تجھے سکھ نصیب نہ ہوگا۔ یہ تیرا وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ کہتا ہے تو کون آ گیا (ایک نئی مصیبت بن کر) تیرے چہرے ہی سے منحوسیت ٹپک رہی ہے۔ وہ نووارد کہتا ہے میں تیرا خبیث عمل ہوں تو وہ مردہ نہایت حسرت اور مایوسی کے عالم میں کہنے لگتا ہے کہ اے رب قیامت قائم نہ کر، اے رب قیامت قائم نہ کر۔''

روح قبض ہوتے وقت خدا کے نیک بندوں کے ساتھ جو مہربانہ سلوک اور خوشخبری و تسلی کا معاملہ ہوتا ہے اور وہ اس خوشخبری سے جس قدر مطمئن ہو کر داعی اجل کو لبیک کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے اور حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتبع المیت ثلاثة فیرجع اثنان و یبقی معه واحد، یتبعه اهله وما له و عمله فیرجع اهله و ما له و یبقی عمله۔ (بخاری و مسلم)

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں میت کا پیچھا کرتی ہیں پھر ان میں سے دو تو واپس آ جاتی ہیں اور ایک چیز اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل چلتے ہیں مگر مال اور اہل و عیال تو واپس لوٹ جاتے ہیں اور عمل اس کے ہمراہ رہ جاتا ہے۔''

یعنی مرنے کے بعد انسان کو مال کام دے گا نہ اولاد، بس نیک عمل ہی قبر اور اس کی بعد کی منزلوں میں اس کے کام آئے گا۔ لہذا مسافر آخرت کو چاہئے کہ اپنے اس واحد ہمسفر کا خیال رکھے اور مال و اولاد کے حصول اور ان کی حفاظت و نگہداشت اور ان کے بڑھانے میں جس قدر ہمت اور محنت و مشقت سے کام لیتا ہے اس سے زیادہ اپنے لئے ہم سفر تیار کرنے اور اس کی حفاظت و نگہداشت کرنے کی فکر کرے اور دنیوی زندگی میں ہی اس کا موقع ہے۔ آنکھ بند ہو جانے کے بعد آدمی لاکھ فریاد کرے کہ ذرا سا موقع دے دیا جائے کہ کچھ کر دھر کے آ جاؤں مگر اس کی سنی ہی نہ جائے گی، چنانچہ ارشاد ہے:

حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنَ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. (مومنون ۹۹-۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر پر) موت آ کھڑی ہوتی ہے اس وقت (آنکھیں کھلتی ہیں تو) کہتا ہے اے میرے رب (مجھ سے موت کو ٹال دیجئے اور) مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجئے تا کہ جس (دنیا کو) میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں۔''

(یعنی گذشتہ زندگی میں تقصیرات ہم نے کی ہیں اب تصدیق و طاعت اور نیک عمل سے ان کی تلافی کر سکیں، آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ حق تعالیٰ اس کی درخواست کو رد فرماتے ہیں کہ) ہرگز (ایسا) نہیں (ہوگا یعنی اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے (یعنی یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت و ندامت

کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا۔ وہی اپنی طرف سے کہتا ہے کہتا رہے ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی) اوران لوگوں کے آگے برزخ (اک آڑ) ہے قیامت کے دن تک (یعنی ابھی کیا دیکھا ہے موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی، ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہے گا۔

(اعاذنا اللّٰہ من حال اھل النار) (تفسیر عثمانی۔مومنون)

بوڑھا بچہ اور جوان کوئی بھی مستثنٰی نہیں
موت کرتی ہے ہر اک کو دم میں بے برگ وثمر
تندرستی، تن دہی، تن مپروری رہ جائے گی
ہاں مگر اپنا عمل ہی ہوگا اک زاد سفر
شغل دنیا میں الجھ کر موت سے غافل نہ ہو
فکر عقبٰی میں لگو اب کل کو کیا ہوکیا خبر

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ وداداکے واسطے سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی ایک لڑکی کو ساتھ لے کر آئی جس کے ہاتھ میں سونے کی موٹی موٹی چوڑیاں تھیں۔اس سے آپ نے دریافت فرمایا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا تمہارا یہ جی چاہتا ہے کہ ان کے بدلہ خدا تم کو قیامت کے روز آگ کی دو چوڑیاں پہنائیں؟ یہ سنتے ہی وہ کانپ گئیں اور اسی وقت وہ دونوں چوڑیاں اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کردیں اور عرض کیا: ھُمَا لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ یعنی، بس تو میں نے اللہ اور رسول کو ہی دیں۔یعنی ہم اپنے پاس ایسی چیز کیوں رکھیں جو آخرت میں وبال بنے۔(جمع الفوائد)

سبحان اللہ! ان حضرات کے کیسے یقین تھے اور آخرت کے کتنے فکرمند تھے کہ بات سنتے ہی دل پراثر ہوجاتا تھا اور اس کی چبھن فوراً ظاہر ہوجاتی تھی۔اس قصہ سے معلوم ہوا کہ صحابی عورتیں بھی آخرت کی بہت زیادہ فکرمند تھیں خیال کرنے کی بات ہے کہ انہوں نے بات سن کرذرا تامل نہ کیا اور یہ گوارا نہ کیا کہ یہ سونا ایک لمحہ بھی ہمارے پاس رہ جائے اور جو آخرت میں وبال بنے گا اور گو اس کا حل اس طرح بھی ہوسکتا تھا کہ پچھلی زکوٰۃ ادا کردیتیں اور آئندہ کو ہمیشہ کے لئے زکوٰۃ ادا کرنے کا پختہ ارادہ کرتیں مگر فکرمند انسان کو بھلا اس وقت تک کہاں چین نصیب ہوسکتا ہے جب تک اس کی ملک سے وہ چیز نہ نکل جائے۔جس کے ذریعہ عذاب ملنے کا ذرا بھی خطرہ ہو۔ہوسکتا ہے کہ ارادہ کرنے پر بھی عمل نہ ہوسکے اور زکوٰۃ ادا کئے بغیر ہی جان نکل جائے اور آخرت میں پکڑ ہو۔لہٰذا ایسی چیز اپنی ملک میں رہے ہی کیوں جو عذاب کا سبب بن سکتی ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہوجایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرمادیجئے۔اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

مومن کا حقیقی ساتھی نیک عمل

عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال ان الميت اذا وضع فى قبره انه يسمع خفق نعالهم حين يولوا مدبرين فان كان مومنا كانت الصلاة عند راسه وكان الصيام عن يمينه! و كانت الزكوة عن شماله و كان فعل الخيرات من الصدقة والصلاة والمعروف والاحسان الى الناس عند رجليه......الخ ۔

ترجمہ: ''حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ مردہ لوگوں کی واپسی کے وقت ان کی جوتیوں کی آہٹ سنتا ہے، پس اگر وہ (سچا) مومن ہوا تو نماز اس کے سر کی طرف آ (کھڑی ہو) جاتی ہے اور روزہ اس کی دائیں طرف اور زکوٰۃ اس کے بائیں جانب اور خیر کے کام جیسے (نفلی) صدقے نمازیں اور بھلائی اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی اس کے پاؤں کی طرف کھڑے ہوجاتے ہیں تو جب (عذاب لے کر) اس کے سر کی جانب سے آجاتا ہے تو نماز کہتی ہے کہ میرے پاس سے راستہ نہیں، جب دائیں جانب سے بڑھنے کی کوشش ہوتی ہے تو روزہ کہتا ہے میرے پاس سے کوئی راستہ نہیں جب بائیں جانب سے عذاب بڑھتا ہے تو ادھر سے زکوٰۃ کہتی ہے میرے پاس سے بھی راستہ نہیں جب پاؤں کی طرف سے آتا ہے تو خیر کے کام صدقے اور بھلائی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کہتے ہیں (چل پرے ہٹ) میرے پاس سے کوئی راستہ نہیں۔ پھر مردے سے کہا جاتا ہے اٹھ جا تو وہ اٹھ بیٹھتا ہے اور اس وقت اس کے لئے ایسا سماں ہوجاتا ہے جیسے سورج غروب ہو رہا ہو پھر اس سے پوچھا جاتا ہے بھلا بتلا تو سہی کہ تم لوگوں کے پاس جو بزرگ آئے تھے وہ کون تھے اور ان کے بارے میں تو کیا گواہی دیتا ہے۔ تو وہ مردہ فوراً کہتا ہے کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق بات لے کر تشریف لائے تھے۔ تو اس سے کہا جاتا ہے تو اسی پر زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو دوبارہ اٹھے گا۔ پھر اس کے لئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے، پھر کہا جاتا ہے یہ دیکھ اس میں یہ ہے تیرا ٹھکانا اور یہی ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے اس میں تیرے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اسے اس پر بہت زیادہ شادمانی اور خوشی ہونے لگتی ہے۔ پھر اس کے لئے دوزخ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا تھا اور جو کچھ اس میں حق تعالیٰ شانہ نے تیار کر رکھا ہے وہ تیرے لئے ہوتا اگر تو اس کی نافرمانی کرتا۔ اس پر مزید اسے فرحت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کی قبر کو ستر گز کشادہ کر دیا جاتا ہے اور اس کی قبر نور سے بھر دی جاتی ہے اور وہ جسم دوبارہ زمین میں لوٹا دیا جاتا ہے، جس طرح اس سے اس کی ابتداء ہوئی تھی۔ پھر اس کی روح نسیم طیب نامی جنتی پرندے میں محفوظ کر دی جاتی ہے۔ یہ وہ پرندہ ہے جو جنت کے درختوں میں رہتا ہے۔'' اسی کے متعلق یہ آیت ہے يثبت الله ......الایۃ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات سے دنیا میں اور آخرت میں مضبوط رکھتا ہے۔)

اور کافر کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے کہ جب اس کے سر کی طرف سے عذاب آتا ہے تو کوئی چیز آڑے نہیں آتی (اور کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں ہوتا) پھر اس کے دائیں جانب سے عذاب آتا ہے تو ادھر بھی کوئی چیز مانع نہیں آتی۔ تو پھر اس کے بائیں سے آتا ہے تو ادھر بھی کچھ نہیں پھر پیروں کی طرف سے آتا ہے تو اس طرف بھی راستہ صاف۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے اٹھ بیٹھ! وہ حواس باختہ گھبرایا ہوا اٹھ بیٹھتا ہے۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ بزرگ جو تمہارے پاس آئے تھے ان کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے تو ان کے بارے میں کیا کہتا اور کیا گواہی دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کون سا آدمی اور ان کے نام کی طرف ذہن کی رسائی نہیں ہو پاتی اسے بتلایا جاتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں، ہاں لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تھا تو انہیں کی طرح میں نے بھی کہہ لیا تھا۔ اس سے کہا جاتا ہے اسی (خام خیالی) میں تو زندہ رہا اور اسی پر مرا اور اسی پر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تو دوبارہ اٹھے گا۔ پھر اس کے واسطے جہنمی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ دیکھ تیرا جہنمی ٹھکانا اور اس میں جو کچھ تیرے لئے خدا تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے۔ اس پر اسے بے انتہاء حسرت ہوتی ہے اور تباہی کا یقین ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے لئے جنتی دروازوں میں سے ایک دروازہ کھولا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر تو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا تو تیرا ٹھکانا یہ تھا اور اس میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تیار رکھا ہے وہ تیرے لئے ہوتا۔ یہ سن کر اس کی حسرت اور احساس محرومی میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی قبر اس پر ایسی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

طبرانی کی روایت میں ہے کہ ابو عمر ضریر فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) حماد بن سلمہ سے پوچھا کہ کیا یہ شخص اہل قبلہ (یعنی مسلمانوں) میں سے ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہاں۔ ابو عمر فرماتے ہیں کہ یہ وہ شخص ہوگا جو اوپر دل سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے اور دل سے اس پر کامل یقین و اطمینان نہیں بس لوگوں سے جو سنتا ہے (بغیر سمجھے بوجھے) وہی کہتا جاتا ہے۔

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اور جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث پاک میں گزرا کہ قبر میں سوائے اپنے نیک اعمال کے اور کچھ کام نہ آئے گا، یہی ایک ہم سفر اپنا رفیق اور مددگار ہوگا۔ اس حدیث میں مزید تفصیل بیان فرمائی گئی کہ جس وقت عذاب قبر مومن کی طرف بڑھے گا تو اس کے نیک اعمال ہر چہار جانب سے اس کی حفاظت کریں گے اور عذاب کا راستہ روک لیں گے اور جس وقت منکر نکیر اپنی خوفناک شکل و صورت میں آ کر اسے جگائیں گے اور اپنے سوالات کا جواب طلب کریں گے تو ان ہی اعمال صالحہ میں سے سب سے اعلیٰ شئے یعنی کلمہ طیبہ کی بدولت حق تعالیٰ کا فضل شامل حال ہوگا جو ایسے لرزہ خیز ماحول میں اسے ثابت قدم رکھے گا اور صحیح جوابات دینے کا حوصلہ عطا کرے گا۔

غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے، دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں منکر نکیر سے سوال و جواب ہو یا محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمہ توحید ان کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔ (تفسیر عثمانی۔ سورہ ابراہیم)

اس کے بالمقابل کفار و مشرکین اور فکر آخرت سے غفلت برتنے اور ذکر خدا سے اعراض کئے رہنے والوں کا انجام معیشت ضنک کی صورت میں سامنے آئے گا۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں اس طرح ارشاد ہوا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۔(طٰہٰ ۱۲۴)

''اور جو میری یاد سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اور جیسا کہ اوپر حدیث میں وارد ہوا کہ یہاں معیشت ضنک سے مراد قبر کا ایسا تنگ ہو جانا ہے کہ جس سے میت کی تمام پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں۔

عالم برزخ کا عذاب

عالم برزخ کا عذاب حق ہے چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث صحیحہ اس پر شاہد ہیں۔ صحیحین کی ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ ان کے ہاں ایک یہودی عورت آئی، اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور کہا اعاذک اللّٰہ من عذاب القبر اللہ تم کو عذاب قبر سے بچائے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر سے پناہ نہ مانگی ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب خدا ہونے کے باوجود اس دعا کا اس قدر اہتمام امت کی تعلیم اور ان پر شفقت کی بنا پر تھا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کا اہتمام کرے اور ان اعمال سے بچنے کی فکر کرے جن سے عذاب قبر کا سامنا ہوتا ہے۔

عذاب قبر کے اسباب میں متعدد چیزوں کا ذکر احادیث میں وارد ہوا۔ چنانچہ عذاب قبر کی سب سے بڑی وجہ تو یہی ہے جس کا حدیث بالا میں ذکر ہوا یعنی اللہ اور اس کے رسول پر سچے دل سے ایمان نہ لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر پکا اعتقاد نہ ہونا اور اس کے لئے بس سنی سنائی کو کافی سمجھ کر بے سمجھے بوجھے لوگوں کی نقالی پر اکتفا کر لینا۔ جیسا کہ حدیث کے راوی نے اس کا یہی مطلب اپنے شیخ حماد بن مسلمہؒ سے نقل کیا۔ نیز دیگر احادیث میں پیشاب سے احتیاط نہ کرنے والوں، چغلی اور غیبت کرنے والوں، نوحہ کرنے والیوں اور اس میں دلچسپی لینے والوں کے متعلق بھی برزخی عذاب کا ذکر ہے۔

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت سمرہ بن جندب کی ایک طویل روایت ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں عالم برزخ کی متعدد سزاؤں کا مشاہدہ کرایا گیا۔

جھوٹ بولنے والے کی سزا یہ تھی کہ ایک شخص لوہے کے زنبور سے اس کے کلے (باچھیں) چیرتا ہے یہاں تک کہ گدی تک جا پہنچتا ہے، پھر دوسرے کلے کے ساتھ یہی معاملہ کرتا ہے اتنے میں پہلا کلا درست ہو جاتا ہے اور قرآن کا عالم جو رات کو غافل ہو کر سو رہے اور دن کو اس پر عمل نہ کرے اس کی سزا یہ تھی کہ ایک شخص ایک بڑے بھاری پتھر سے اس کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے جب پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر دور جا گرتا ہے جب تک وہ اسے اٹھانے جاتا ہے اتنے میں ادھر اس کا سر جیسا تھا پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے اور پھر وہ اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے، اور زنا کار لوگوں کی سزا یہ دکھلائی گئی کہ ایک ایسا غار ہے جو تنور کے مانند نیچے سے کشادہ اور اوپر سے تنگ ہے، اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورت بھرے ہوئے ہیں جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی ہے اس

کے ساتھ وہ سب اٹھ آتے ہیں یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے ہیں پھر جس وقت بیٹھتی ہے وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں اور سود کھانے والے کی سزا یہ دیکھی کہ ایک خون کی نہر ہے جس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص کھڑا ہے اور اس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جس وقت باہر نکلنا چاہتا ہے تو کنارے والا اس شخص کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے اور بار بار یہی ہوتا ہے۔ الحدیث (اعاذنا اللہ من حال اھل النار) اور عذاب قبر سے محفوظ رہنے کا سب سے بڑا ذریعہ صحیح الایمان راسخ العقیدہ مسلمان بننا ہے جس کا حصول باپ دادا اور خاندانی روایات کے مطابق سنی سنائی باتوں پر یقین کرنے اور اسی کو دہرانے کے بجائے اہل حق علمائے دین کی صحبت میں رہنے اور ان کی تعلیم و تربیت سے استفادہ کرنے سے ہوتا ہے نیز ان کتابوں سے ہوتا ہے جو اہل سنت والجماعت کے مستند علماء کی مرتب کی ہوئی ہوں اور عذاب قبر سے محفوظ رہنے کے اسباب میں سے سرحد کی حفاظت کا فریضہ انجام دینا، جہاد فی سبیل اللہ میں شہادت اور سورۂ ملک کی تلاوت بھی احادیث میں وارد ہے۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ: جس مسلمان کو جمعے کے دن یا اس کی رات کو موت آجاتی ہے اسے حق تعالیٰ شانہ عذاب قبر سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ (الترغیب)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے جو عذاب قبر کا موجب ہیں اور ان اعمال میں لگائے جس سے اس کی رضا حاصل ہوتی ہے اور عذاب قبر و عذاب آخرت سے نجات ملتی ہے۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

ایک مرتبہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا اور باغ کے گنجان ہونے کے باعث اسے باہر جانے کا راستہ نہ ملا جس کی وجہ سے پھڑ پھڑاتا ہوا درختوں کے درمیان سے باہر جانے کا راستہ ڈھونڈتا رہا۔ اس کی پھڑ پھڑاہٹ سن کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر جا پڑی اور نظر و خیال دونوں پرندہ میں لگ گئے جس کی وجہ سے یہ بھی بھول گئے کہ میں کونسی رکعت پڑھ رہا ہوں۔ نماز میں سہو ہو جانے اور نماز سے غافل ہو کر دوسری طرف متوجہ ہو جانے پر بہت افسوس اور قلق ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پورا قصہ سنایا اور عرض کیا کہ چونکہ یہ مصیبت باغ کی وجہ سے پیش آئی ہے اس لئے میں اس کو اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ آپ جہاں چاہیں اس کو صرف فرما دیں۔

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین

قبر.....سفرآخرت کی پہلی منزل

عن ابن عمر رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان احدکم اذا مات عرض علیہ مقعدہ بالغداۃ والعشی ان کان من اھل الجنۃ فمن اھل الجنۃ وان کان من اھل النار فمن اھل النار فیقال ھذا مقعدک حتی یبعثک اللہ یوم القیامۃ . (بخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو صبح شام اسے اس کا ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہے تو جنتی ٹھکانا اور دوزخی ہوا تو دوزخی ٹھکانا اور اس سے کہا جاتا ہے یہ تیرا ٹھکانا ہے جب تجھے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اٹھائیں گے۔''

اس حدیث پاک میں بھی انسان کی حیات برزخیہ کا ذکر ہے کہ ہر انسان کو صبح و شام اس کا مال اور ٹھکانا دکھلایا جاتا ہے جس سے مومن کو اپنے جنتی ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور دوزخی کو حسرت وندامت اور تکلیف بڑھتی جاتی ہے۔

قرآن کریم نے فرعون اور اس کے پیروؤں کی برزخی زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۔ (سورہ مومن ۴۶)

وہ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔

یعنی دوزخ کا ٹھکانا جس میں وہ قیامت کے دن داخل کئے جائیں گے ہر صبح و شام ان کو دکھلایا جاتا ہے تا نمونہ کے طور پر اس آنے والے عذاب کا کچھ مزہ چکھتے رہیں۔ (عثمانی)

ایک حدیث میں ہے کہ مردوں کو قبر میں عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ ان (مردوں کی چیخ و پکار) کی آواز جانور سنتے ہیں۔ نیز ایک اور حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر (مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ) تم مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذاب قبر سنایا جائے۔

حق تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے ہمیں عذاب قبر سے محفوظ فرمائے اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

موت کے بعد پچھتاوا

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما من احد یموت الا ندم قالوا وما ندامته یارسول الله قال ان کان محسنا ندم ان لا یکون ازداد و ان کان مسیئا ندم ان لا یکون نزع . (الترمذی والبیهقی فی الزهد. کذافی الترغیب)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہیں مرتا ہے کوئی مگر یہ کہ وہ ضرور پچھتاتا (نادم ہوتا) ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیونکر نادم ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ اچھا عمل کرنے والا تھا تو وہ نادم ہوتا ہے کہ میں اور زیادہ عمل کر کے کیوں نہ آیا اور اگر برا عمل کرنے والا ہوتا ہے تو وہ نادم ہوتا ہے کہ میں برے عمل سے کیوں نہ رک گیا۔''

ایک عاجز و ناتواں بندے کو اپنی حقیر سی کارگزاری پر مالک کی بیش بہا اور لازوال نعمتوں کا سامنا کر کے اپنی کوتاہیوں پر احساس ندامت کیوں نہ ہو جبکہ یہ جو کچھ بھی اس سے ہو سکا وہ بھی اسی مالک کے فضل و کرم اور اسی کے دیئے ہوئے اختیار کی بدولت ہوا اور اس کا ایمان و یقین اور حسن عمل سب اسی کریم آقا کی توفیق سے ہوا مگر اس رحمٰن و رحیم کے کرم کا کیا ٹھکانا جو ان اعمال اور ان ناقص کارگزاریوں کو بھی بندے کی طرف منسوب کر کے اسے ایسے اجر و ثواب کا مستحق بنادے جو بندے کی توقع اور اس کی چشم تصور سے بھی بالاتر ہو۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (سجدہ۱۷)

''سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے۔ یہ ان کو ان کے (نیک) اعمال کا صلہ ملا ہے۔''

ایک کریم آقا جب اپنی نعمتوں کے پروردہ بندے کو اپنی مہمانی کا شرف نصیب فرمائے تو اسے یہ افسوس اور پشیمانی کیوں نہ ہو کہ کاش میں اپنے محسن و منعم مالک کا مخلص اور عبداً شکوراً (حق شناس اور شکر گزار بندہ) بن کر آتا اور اس کی عبادت و اطاعت میں اپنی ساری زندگی اور اپنی ساری قوت و صلاحیت صرف کر کے آتا۔ کیونکہ نیک بندوں کے متعلق رب کریم کا وعدہ برحق ہے۔

اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی نُزُلًاۢ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (سجدہ۱۹)

''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلے میں بطور مہمانی کے ہیں۔''

یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ۔ (زمر۵۶)

''افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی جناب میں کی۔''

کہ ہوا و ہوس، رسم و تقلید اور دنیا کے مزوں میں پڑ کر خدا کو کچھ سمجھا ہی نہیں اس کے دین کی اور پیغمبروں کی اور جس ہولناک انجام سے پیغمبر ڈرایا کرتے تھے سب کی ہنسی اڑاتا رہا۔ ان چیزوں کی کوئی حقیقت ہی نہ سمجھی۔ افسوس خدا کے پہچاننے اور اس کا حق ماننے میں میں نے کس قدر کوتاہی کی جس کے نتیجے میں آج یہ برا وقت دیکھنا پڑا۔ (تفسیر عثانی۔ زمر)

نیز بزبان حال وہ کہتے ہوں گے: یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا۔ (انبیاء۹۷)

''ہائے کم بختی ہماری ہم اس سے بے خبر رہے۔
اپنی غفلت پر دست حسرت ملیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم کیسے بے خبر رہے جو ایسی کم بختی آئی۔ کاش ہم دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔ (تفسیر عثمانی۔انبیاء)
ایک اور جگہ ان کی حیرانی و پریشانی کا ذکر کچھ یوں ارشاد ہوا:
یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔
''اس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا۔ وہ کہے گا کاش میں اس زندگی کے لئے کوئی نیک عمل آگے بھیج لیتا۔'' (فجر)
یعنی اس وقت سمجھے گا کہ میں سخت غلطی اور غفلت میں تھا مگر اس وقت کا سمجھنا کس کام کا۔ سوچنے سمجھنے کا موقع ہاتھ سے نکل چکا۔ دار العمل میں جو کام کرنا چاہئے تھا وہ دار الجزاء میں نہیں ہوسکتا۔ افسوس دنیا کی زندگی میں کچھ نیکی کرکے آگے نہ بھیجی جو آج اس زندگی میں کام آتی یونہی خالی ہاتھ چلا آیا۔ کاش حسنات کا کوئی ذخیرہ آگے روانہ کردیتا جو یہاں کے لئے توشہ بنتا۔ (تفسیر عثمانی۔فجر)
ایک شاعر کا انتقال ہونے لگا تو اس کی زبان پر یہ شعر جاری تھا

دیکھا ہی نہ تھا اس دنیا میں اعمال کا دفتر نظروں سے
افسوس مری اب آنکھ کھلی جب روح نے تن کو چھوڑ دیا

اے اللہ ہمیں ایسے انجام سے محفوظ فرما اور وقت نکلنے سے پہلے آخرت کی فکر اور اس کی تیاریوں میں لگنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے منکر نکیر کی سخت آواز اور قبر کے بھینچنے کا تذکرہ فرمایا ہے مجھے کسی چیز سے بھی تسلی نہیں ہوتی اور قبر کا دھیان مجھے گھلاتا رہا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ منکر نکیر کی آواز مومنوں کے کانوں کو ایسی اچھی لگے گی جیسے آنکھوں میں سرمہ اچھا لگتا ہے اور مومنوں کو قبر کا دبوچنا ایسا (آرام دہ) ہوگا جیسے شفقت والی ماں سے بیٹا دوسرے کی شکایت کرے اور ماں آہستہ آہستہ دبائے۔ لیکن اے عائشہ اللہ کے معاملہ میں شک کرنے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جانتی ہو وہ قبر میں کیسے دبوچے جائیں گے؟ پھر خود ہی فرمایا، وہ اس طرح دبوچے جائیں گے جیسے بہت بڑا پتھر انڈے کو کچل ڈالے۔ (شوق وطن بحوالہ بیہقی)
اللہ اکبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خوف اور فکر آخرت کہ جب قبر کا حال سن لیا تو کسی طرح ان کو چین نہ آتا تھا اور فکر میں گھلی جا رہی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فکر مندانہ شان اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ یوں فرمایا کرتی تھیں کہ ہائے میں درخت ہوتی جو تسبیح کرتی رہتی اور آخرت کا کوئی مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی، کاش میں پیدا نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔ کاش میں گھاس ہوتی تو اچھا ہوتا۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔　آمین یارب العالمین

اللہ تعالیٰ کا مومن سے معاملہ

عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب لقاء الله احب الله لقائه و من كره لقا ء الله كره الله لقائه فقلت يا نبى الله أكراهية الموت فكلنا يكره الموت قال ليس ذلک لكن المومن اذا بشر برحمة الله و رضوانه و جنته احب لقاء الله فاحب الله لقائه و ان الكافر اذا بشر بعذاب الله وسخطه كره لقاء الله وكره الله لقائه . (صحيحين)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سے مراد موت کو ناپسند کرنا ہے کیونکہ ہم سبھی کو موت ناپسند ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ مومن کو (مرتے وقت) جب اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی رضاء اور جنت (کے حصول) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتے ہیں اور کافر کو جب عذاب الٰہی اور اس کے غیظ وغضب (کا سامنا کرنے) کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے ملنا ناپسند کرتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ شانہ بھی اس سے ملنا ناپسند فرماتے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ ایک ایسے بندے کو جس کی پوری زندگی امید وبیم کی کشمکش میں گزری جسے ہر وقت یہ فکر سوار تھی کہ نہ معلوم اس کا عمل مولیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول بھی ہے یا نہیں، نہ معلوم میرا انجام بخیر ہوگا یا نہیں۔ ایسے لرزاں وترساں بندے کو جب اپنے کریم مالک کی طرف سے یہ خوشخبری ملے جس سے اس کی محنت ٹھکانے لگنے اور اس کے ٹوٹے پھوٹے عمل قبول ہونے اور سچے بندوں میں شامل ہونے کا یقین ہو جائے تو اسے اس قید خانہ سے چھوٹ کر اپنے رب کے جوار رحمت میں پہنچنے کا شوق وولولہ کیوں نہ ہو۔

اے موت جلد آ کہ یہ جھگڑا کہیں چکے
کب تک شب فراق کے صدمے اٹھائے دل

اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کو ان کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے موقع بموقع موت کے وقت قبر میں اور حشر میں ان کے رب کی طرف سے یہ خوشخبری سنائی جائے گی۔

''اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کے جوار رحمت کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر ادھر چل کر تو میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

یعنی جن کے دلوں میں اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت سے چین وآرام ملتا ہے ان سے کہا جائے گا کہ اے نفس آرمیدہ بحق! جس محبوب حقیقی سے تو لو لگائے ہوئے تھا اب ہر قسم کے جھگڑوں اور خرخشوں سے یکسو ہو کر راضی خوشی اس کے مقام مقرب کی طرف چل اور اس کے مخصوص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو۔ اس کی عالیشان جنت میں قیام کر۔ (عثمانی)

اور اہل شقاوت کو جب اپنے برے انجام اور غضب الٰہی کا

سامنا کرنے کی روح فرسا خبر سنائی جاتی ہے۔تو وہ کسی طرح بھی موت کو گلے لگانے اور اپنے خالق و مالک کے سامنے جانے اور اپنی روسیاہی اور شقاوت کا مزہ چکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور یہاں بھی وہ راہ فرار اختیار کرنا چاہتا ہے مگر:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

''اور وہ آئی موت کی بے ہوشی حقیقتاً (یعنی لو! موت کی گھڑی آ پہنچی اور مرنے والا نزع کی بے ہوشیوں اور جان کنی کی سختیوں میں ڈبکیاں کھانے لگا اس وقت وہ سب سچی باتیں نظر آنا شروع ہو گئیں جن کی خبر اللہ کے رسولوں نے دی تھی اور میت کی سعادت وشقاوت سے پردہ اٹھنے لگا) یہ وہ ہے جس سے تو ٹلتا رہتا تھا۔''

یعنی تو نے موت کو بہت کچھ ٹلانا چاہا اور اس ناخوشگوار وقت سے بہت کچھ بھاگتا اور کتراتا رہا پر یہ گھڑی ٹلنے والی کہاں تھی۔ آخر سر پر آ کھڑی ہوئی۔کوئی تدبیر اور حیلہ دفع الوقتی کا نہ چل سکا۔

(تفسیر عثمانی۔تفسیر سورہ ق ۱۹)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے لئے بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں حتیٰ کہ ان کو آگ کے انگاروں پر لٹا کر گھسیٹا گیا۔آگ جب بجھی جب کھال جل کر گوشت اور پھر خون اور چربی نکلی۔جب بیمار ہوئے اور ان کی عیادت (بیمار پرسی) کے لئے لوگ ان کے پاس گئے تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو خوشخبری ہے۔آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گے۔یہ بات سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی چھت اور زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، کہ اس کا حساب بھی تو دینا ہے میں اس گھر میں رہتا ہوں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہارے لئے اتنا سامان کافی ہے جتنا مسافر سفر کی ضرورت کے لئے لے کر جاتا ہے اب میں اتنے بڑے گھر میں رہتا ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نافرمانی کے ساتھ آپ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔ (ابویعلی وطبرانی)

دُعا کیجئے

☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمایئے۔آمین یارب العالمین

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور فکر آخرت

عن هانی مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللّه عنه قال کان عثمان رضی اللّه اذا وقف علی قبر یبکی حتی یبل لحیتهٔ فقیل له تذکر الجنة والنار فلا تبکی و تذکر القبر فتبکی فقال انی سمعت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول القبر اول منزل من منازل الآخرة فان نجامنه فما بعده ایسروان لم ینج فما بعده اشد. قال وسمعت رسول اللّه صلی اللّه علیه وسلم یقول ما رأیت منظراً قط الاو القبر افظع منه. (الترمذی / الزهد)

ترجمہ: حضرت ھانیؒ مولیٰ عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر جاتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آپ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت جہنم کے تذکرے سے اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر کو یاد کر کے روتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے اگر اس سے پار لگ گئے تو اس کے بعد کی منزلیں نہایت آسان ہیں اور اگر یہیں نجات نہ مل سکی تو اگلی منزلیں اور زیادہ دشوار گزار ہیں۔ نیز میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے کوئی منظر نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ ہولناک نہ ہو۔"

گذشتہ درس میں قبر اور عالم برزخ کی سختیوں کا ذکر گزر چکا اس حدیث میں بھی اس بات پر تنبیہ ہے کہ انسان کو آخرت کی اس پہلی منزل کے متعلق فکر مند ہونا چاہئے اور اس غفلت و بے فکری کی زندگی سے توبہ کر کے آخرت اور اس کی تمام منزلوں میں کام آنے والی شے کے حصول میں لگ جانا چاہئے۔ حضرت ہانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی قبر پر گئے تو آپؓ کی زبان پر یہ شعر تھا

ترجمہ: "اگر تو اس فتنے سے بچ گیا تو تو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچ گیا ورنہ میں نہیں سمجھتا کہ تو پھر کہیں نجات پا سکے گا۔"

جن لوگوں کو اس دنیوی عارضی اور فانی زندگی بنانے کی امنگ اور مادی ترقیات کی فکر اور زیادہ سے زیادہ مال و دولت جمع کرنے کی حرص و ہوس نے یاد خدا اور فکر آخرت میں لگنے سے مشغول کر رکھا ہے اور موت اور اس کی سختیوں، قبر اور اس کے ہولناک مناظر سے بے خوف اور بے فکر کر رکھا ہے انہیں قرآن کریم ان الفاظ میں متنبہ کرتا ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ "تمہیں حرص (و ہوس) نے غفلت میں ڈال رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔"

یعنی مال و اولاد کی کثرت اور دنیا کے ساز و سامان کی حرص آدمی کو غفلت میں پھنسائے رکھتی ہے، نہ مالک کا دھیان آنے دیتی ہے نہ آخرت کی فکر۔ بس شب و روز یہی دھن لگی رہتی ہے کہ جس طرح بن پڑے مال و دولت کی بہتات ہو اور میرا کنبہ جتھا سب کنبوں اور جتھوں سے غالب رہے۔ یہ پردہ غفلت کا نہیں اٹھتا یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے۔ تب قبر میں پہنچ کر پتہ لگتا ہے کہ سخت غفلت اور بھول میں پڑے ہوئے تھے، محض چند روز کی چہل پہل تھی۔ موت کے بعد وہ سب سامان ہیچ بلکہ وبال جان ہیں:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ، ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ "ہرگز نہیں آئندہ تم جان لو گے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لو گے۔"

یعنی دیکھو بار بار تاکید کہا جاتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح نہیں کہ مال و اولاد وغیرہ کی بہتات ہی کام آنے والی چیز ہے، عنقریب تم معلوم کر لو گے کہ یہ زائل و فانی چیز ہرگز فخر و مباہات کے لائق نہ تھی، پھر سمجھ لو کہ آخرت ایسی چیز نہیں جس سے انکار کیا جائے یا غفلت

برتی جائے، آگے چل کر تم کو بہت جلد کھل جائے گا کہ اصل زندگی اور عیش آخرت کا ہے اور دنیا اس زندگی کے مقابلے میں ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی، یہ حقیقت بعض لوگوں کو دنیا میں تھوڑی بہت کھل جاتی ہے لیکن قبر میں پہنچ کر اور اس کے بعد محشر میں سب کو پوری طرح کھل جائے گی۔ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ''ہرگز نہیں کاش تم یقینی طور پر جان لیتے''۔

یعنی تمہارا خیال ہرگز صحیح نہیں۔ اگر تم یقینی طور پر دلائل صحیحہ سے اس بات کو جان لیتے کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کے سب سامان ہیچ ہیں تو ہرگز اس غفلت میں پڑے نہ رہتے (بلکہ اعمال صالحہ کی طرف جھپٹتے) لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ اللہتم دوزخ کو ضرور دیکھو گے پھر واللہ تم لوگ اس کو بالکل یقینی طور پر دیکھو گے''

یعنی اس غفلت و انکار کا نتیجہ دوزخ ہے وہ تم کو دیکھنا پڑے گا۔ اول تو اس کا کچھ اثر برزخ میں نظر آئے گا، پھر آخرت میں پوری طرح دیکھ کر عین الیقین حاصل ہو جائے گا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ''پھر پوچھیں گے تم سے اس دن نعمتوں کی حقیقت''

یعنی اس وقت کہیں گے اب بتلاؤ! دنیا کے عیش و آرام کی کیا حقیقت تھی یا اس وقت سوال کیا جائے گا کہ جو نعمتیں (ظاہری و باطنی، آفاقی و انفسی، جسمانی و روحانی) دنیا میں عطا کی گئی تھیں ان کا تم نے کیا حق ادا کیا اور منعم حقیقی کو کہاں تک خوش رکھنے کی سعی کی۔ (عثانی)

قیامت کے روز اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کے متعلق باز پرس ہوگی کہ تم نے ان کا شکر کیا ادا کیا اور ان کو گناہوں میں تو خرچ نہیں کیا، ان میں سے بعض نعمتوں کے متعلق تو خود قرآن میں دوسری جگہ وضاحت آ گئی اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا۔ (بنی اسرائیل)

جس میں انسان کی قوت شنوائی، بینائی اور دل سے متعلق وہ لاکھوں نعمتیں آ گئیں جن کو انسان ہر لمحہ استعمال کرتا ہے۔

امام تفسیر مجاہدؒ نے فرمایا کہ قیامت میں یہ سوال دنیا کی ہر نعمت کے متعلق ہوگا خواہ اس کا تعلق کھانے پینے سے ہو یا لباس اور مکان سے یا بیوی اور اولاد سے یا حکومت و عزت سے۔

(معارف القرآن ۸/۸۱۰)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں: ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ''یعنی جن نعمتوں سے تم نے دنیا میں فائدہ اٹھایا ان سے متعلق وہاں تم سے جواب طلبی ہوگی اگر تم نے ان کا شکریہ ادا کیا ہوگا اور ان سے متعلق جو اللہ کا حق تھا وہ ادا کیا ہوگا اور ان کے ذریعہ کسی گناہ پر مدد نہ لی ہوگی تو پھر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے تمہیں ان سے بھی عمدہ اور اعلیٰ قسم کی نعمتوں سے نوازا جائے گا۔ اور اگر تم نے ان نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا ہوگا، ان کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے ذریعہ گناہوں پر مدد لی ہوگی تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہوگا اور اس کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے'' اور جس دن لائے جائیں گے منکر آگ کے کنارے پر (ان کو جتلایا جائے گا کہ) ضائع کئے تم نے اپنے مزے دنیا کی زندگی میں اور ان کو برت چکے۔ اب آج سزا پاؤ گے ذلت کا عذاب اس کے بدلے میں جو تم زمین میں ناحق اکڑا کرتے اور نافرمانی کیا کرتے تھے۔'' (تفسیر سعدی۔ تکاثر)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

☆ یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یا رب العالمین

موت سب سے بڑا واعظ

عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال قد کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروالقبور فانہا تزہد فی الدنیا و تذکر الأخرۃ. (ابن ماجہ / الجنائز)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب قبروں کی زیارت کو (قبرستان) جایا کرو کیونکہ وہاں جانا دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتا ہے اور آخرت کی یاد دلاتا ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ قبرستان جایا کر اس سے تجھے آخرت کی یاد آئے گی اور مردوں کو غسل دیا کر کیونکہ مردہ جسم میں لگنا (یعنی میت کی تجہیز و تکفین میں) بڑی عبرت ہے اور جنازہ کی نماز پڑھا کر شاید یہ بات تجھے غم میں مبتلا کرے کیونکہ غمزدہ شخص اللہ تعالیٰ (کی رحمت) کے سایہ میں رہتا ہے اور ہر خیر کا سامنا کرتا رہتا ہے۔ (الترغیب عن الحاکم)

امام عبدالرحمٰن بن الجوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی اگر تمہیں یہ معلوم کرنا ہو کہ مرنے کے بعد تمہارا کیا حال ہوگا تو قبرستان کا رخ کرو اور غور سے دیکھو کہ کتنی قبروں کے نشان مٹ چکے ہیں اور یہ سوچو کہ تمہاری قبر بھی ان قبروں کے درمیان ہے اور سوچو کہ تمہیں قبر میں کن کن چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ اسے زیادہ سے زیادہ فراہم کر لینے کی فکر میں رہو کیونکہ وہاں تمہارا قیام نہایت طویل ہوگا اور وہاں جو چیز تمہیں کام آئے گی وہ بس اعمال صالحہ ہیں اس کے علاوہ دنیاوی چیزوں سے تمہیں کیا سرو کار کیونکہ اس کے علاوہ باقی ساری چیزیں قبر میں تمہارے لئے وبال اور حسرت وندامت کا سبب بن جائیں گی اور تم اپنی عملی حالت پر نظر کرو اگر موت کا سامنا کرنے اور قبر میں جانے کے لئے لائق ومناسب ہے تو بے شک تم اسی پر جمے رہو اور اگر تمہاری حالت ایسی نہیں کہ اس بات پر تمہیں موت آجائے اور تمہیں قبر میں ڈالا جائے تو پھر ایسی زندگی سے توبہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے لو لگاؤ اور اپنی حالت کی درستگی کی طرف متوجہ ہو۔ (بستان الواعظین ص ۲۶۸)

تم بھی یاران گذشتہ کا وہ گھر دیکھتے آؤ
مل گئے خاک میں ایسے کہ نشان تک نہ رہا

حاتم اصمؒ کا ارشاد ہے کہ جو قبرستان سے گزرے اور اسے اپنے بارے میں سوچ فکر پیدا نہ ہو اور نہ وہ اہل قبرستان کے لئے دعا کرے۔ اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور قبرستان والوں کے ساتھ خیانت کی۔'' (احیاء العلوم ۴/ ۵۱۷)

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اکثر قبرستان جا کر بیٹھا کرتے۔ لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں ایسی قوم کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں جو مجھے لوٹنے کی جگہ (یعنی آخرت) کی یاد دلاتے ہیں اور جب میں ان کے پاس سے چلا جاتا ہوں تو وہ میری غیبت نہیں کرتے۔ (احیاء)

حضرت جعفر بن محمدؒ رات کو قبرستان جاتے اور آواز دیتے کہ اے قبرستان میں بسنے والو تم میرے بلاوے پر جواب کیوں نہیں دیتے، پھر کہتے میرے بلاوے اور ان کے جواب کے درمیان آڑ حائل ہوگئی اور گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا بھی یہی حال ہونے والا ہے۔ پھر آپ نماز میں مشغول ہوجاتے یہاں تک کہ نماز ہی میں صبح کردیتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے ہم مجلس سے ایک دن فرمایا: اے فلاں! آج رات قبر اور اس میں بسنے والوں کے حالات کے تصور نے میری نیند اڑا دی۔

اگر تم میت کو دفن کے تین روز بعد دیکھو گے تو تمہیں اس کے قریب جانے سے وحشت ہوگی، حالانکہ کتنے دنوں تک وہ تمہارا انیس و جلیس ہم پیالہ ہم نوالہ رہا تھا اور قبر تمہیں ایک ایسی اندھیری کوٹھری نظر آئے گی کہ جس میں کیڑے پڑ چکے ہوں گے، خون، پیپ بہہ رہا ہوگا، بدبو سے ناک نہیں دی جائے گی، کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ حالانکہ پہلے وہ اچھی ہیئت میں خوشبوؤں سے بسا ہوا صاف ستھرے کپڑے میں اندر ڈالا گیا تھا، یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئے۔ (احیاء)

کاش اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان بزرگوں کی فکر آخرت کا کوئی حصہ نصیب فرمادے۔ آمین

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جو حضرت عاصم حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوئم کے نواسے تھے بڑے ہی خدا ترس تھے اور آخرت کے فکر مند تھے۔ سلیمان بن عبدالملک کے بعد آپ کو خلیفہ بنایا گیا تو اور بھی زیادہ آخرت کا حساب و کتاب سے ڈرنے لگے۔ جب خلافت آپ کے سپرد کی گئی تو رونے لگے اور فرمایا کہ مجھے اپنے متعلق آخرت کا بڑا ہی خوف ہے۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ لوگوں سے خلافت پر بیعت لینے کے وقت جب آپ گھر میں آئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو رہی تھی۔ میں نے گھبرا کر پوچھا خیر تو ہے؟ فرمایا خیریت کہاں؟ میری گردن پر ساری امت کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ اب ڈر رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو جائے اور مجھ سے جواب نہ بنے۔ اسی فکر میں رو رہا ہوں۔ (تاریخ الخلفاء)

۲- حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے جب موت کا ذکر کیا جاتا تو ان کا جوڑ جوڑ کانپنے لگتا تھا۔ عطاؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز روزانہ رات کو بڑے بڑے عالموں کو جمع فرمایا کرتے تھے اور موت اور قیامت کا ذکر کر کے اس قدر رویا کرتے تھے کہ جیسے کوئی سامنے جنازہ رکھا ہے۔ خلافت کا بار آپ کے سر پر رکھا جانے سے پہلے آپ بہت موٹے تازے تھے اور خلافت کے بعد فکرِ آخرت میں گھل گھل کر اتنے لاغر ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی دور سے گنی جا سکتی تھی۔ ایک روز آپ کے غلام نے آپ کی بیوی سے شکایت کی کہ روزانہ دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آ گیا ہے۔ طبیعت بہت اُکتا گئی ہے۔ اس پر محترمہ نے جواب دیا کہ تمہارے آقا امیر المومنین بھی روزانہ دال ہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پر فتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

تین چیزوں کے اعمال کا تسلسل

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا مات الانسان انقطع عمله الامن ثلاثة اشياء صدقة جارية، او علم ينتفع به او ولد صالح يد عوله . (مسلم/الوصية)

ترجمہ : ''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا ثواب ختم ہوجاتا ہے۔ مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع ہو تیسرے نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے''۔

دنیا کے فانی مالی و دولت کی حرص میں ننانوے کے پھیر میں پڑنا بے شک قابل نفریں ہے مگر جو خوش قسمت آخرت میں کام آنے والی دولت کے متعلق ننانوے کے پھیر میں پڑ گیا اور اس پر مرمٹا وہ قابل صد آفریں ہے۔ ایسے ہی قسمت کے دھنی لوگوں کے متعلق ایک جگہ ارشاد ہے: ''یہی وہ لوگ ہیں جو دنیا کی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز لے اڑے۔''

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ذات والاصفات کو امت مرحومہ کی نفع رسانی اور خیر خواہی کی خاص تڑپ رکھنے کی بنا پر ''حریص علیکم'' کے خطاب شاہی سے نوازا گیا ہے آپ نے اپنی امت کے ہر فرد کو اس دنیاوی عزت و بزرگی اور آخرت کا اعزاز حاصل کرنے کے لئے ہر طریقہ بتلایا اور ہر موقع کی نشاندہی فرمائی۔ ہر شخص کو اس کی قوت و صلاحیت کے اعتبار سے نیکیاں کمانے کے لئے سہل سے سہل طریقوں کی طرف رہنمائی فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریقے بھی بتلا دیئے جس کے ذریعے آپ کا امتی اپنے مرجانے کے بعد بھی اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں کے اضافہ کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کرواسکتا ہے۔ حدیث بالا میں انہی طریقوں میں سے تین طریقے ارشاد فرمائے گئے۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کے اعمال اور ثواب لکھے جانے کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے مگر یہ تین چیزیں ایسی ہیں جن کا سلسلہ منقطع نہیں ہوتا کیونکہ ان چیزوں کے وجود کا سبب وہی ہوتا ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب اس کے لئے برابر جاری رہتا ہے۔ اولاد اس کی اپنی کمائی سے وجود میں آئی۔ علم جو چھوڑ گیا (خواہ کسی کو سکھا کر پڑھا کر خواہ کتاب کی شکل میں تصنیف و تالیف کر کے) یہ بھی اس کا عمل ہے اور اسی طرح صدقہ جاریہ یعنی وقف میں کوئی چیز دے گیا یہ بھی اس کا ایک عمل ہے۔

اس حدیث پاک سے وقف اور تعلیم و تعلم کی فضیلت اور ان کا باعث اجر عظیم ہونا ثابت ہوا، نیز اس میں علم کے حصول اور اس کی نشر و اشاعت میں زیادہ سے زیادہ لگنے کی ترغیب بھی ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسی علم میں لگنا چاہئے جس کا نفع زیادہ سے زیادہ ہو۔'' (شرح نووی)

ان تین چیزوں کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا احادیث میں ذکر ہے، جن کا ثواب مرنے کے بعد تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی کے مرنے کے بعد سات چیزوں کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے، کسی کو علم پڑھا گیا ہو، کوئی نہر جاری کردی ہو، کوئی کنواں بنا دیا ہو، کوئی درخت لگا دیا ہو، کوئی مسجد بنادی ہو قرآن پاک میراث میں چھوڑا ہو یا ایسی اولاد چھوڑی ہو جو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتی رہے۔ (ترغیب) ان احادیث کے نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اللہ جل شانہ کا کس قدر زیادہ انعام و احسان ہے کہ آدمی اگر یہ چاہے کہ مرجانے کے بعد جبکہ اس کے اعمال کا وقت ختم ہوجائے وہ

عمل کرنے سے بیکار ہو جائے، وہ قبر میں میٹھی نیند پڑا سوتا رہے اور اس کے اعمال حسنہ میں اضافہ ہوتا رہے تو اس کا ذریعہ بھی اللہ جل شانہ نے اپنے فضل سے پیدا فرما دیا۔ (فضائل صدقات ص ۹۷)

حدیث پاک میں ایک چیز ”نیک اولاد“ چھوڑ جانا ہے کہ جس کی دعا انسان کو مرنے کے بعد کام آتی ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آدمی اپنی اولاد کو اچھی تربیت دے، نیک دیندار بنائے، فکر آخرت میں لگا کر جائے، جبھی تو وہ اپنے والدین کو موت کے بعد یاد رکھے گی۔

اولاد کی صحیح تربیت اور ان کی دینداری کا مرتے دم تک خیال رکھنا یہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تبلیغی فکر کا ایک اہم حصہ ہے۔ جس طرح وہ روحانی اولاد (امتیوں) کی اصلاح ظاہری و باطنی کی فکر رکھتے ہیں۔ اسی نسبی اور صلبی اولاد کی اصلاح کا اس سے زیادہ انہیں خیال ہوتا ہے۔

جس طرح عام انسان اپنی موت کے وقت یہ چاہتے ہیں کہ جو بڑی سے بڑی دولت ان کے پاس ہے وہ اولاد کو دے جائیں۔ ایک سرمایہ دار تاجر کی آج کل یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری اولاد ملوں اور فیکٹریوں کی مالک ہو، ان کو امپورٹ ایکسپورٹ کے بڑے بڑے لائسنس ملیں، لاکھوں اور کروڑوں کا بینک بیلنس ہو، یا ایک سروس والا انسان یہ چاہتا ہے کہ میری اولاد کو اونچے عہدے اور بڑی تنخواہیں ملیں یا ایک صنعت پیشہ آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اولاد اس کی صنعت میں کمال حاصل کرے، اس کو اس صنعت کے متعلق اپنی عمر بھر کے گر بتلا دے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین اولیاء کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جس چیز کو وہ اصلی اور دائمی لازوال دولت سمجھتے ہیں وہ ان کی اولاد کو پوری کی پوری مل جائے۔ اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور کوششیں بھی۔ آخری وقت میں وصیت اسی کی کرتے ہیں، جیسا کہ آیت مذکورہ سے واضح ہے۔

اولاد کیلئے کوئی دولت دین واخلاق سکھانے کے برابر نہیں

انبیاء کرام علیہم السلام کے اس طرز خاص میں عام انسانوں کے لئے بھی یہ ہدایت ہے کہ وہ جس طرح ان کی دنیوی پرورش اور ان کے دنیوی آرام و راحت کا انتظام کرتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ان پر لازم ہے کہ اولاد کی نظری، عملی اور اخلاقی تربیت کریں، برے راستوں اور برے اعمال و اخلاق سے ان کو بچانے میں سعی بلیغ کریں کہ اولاد کی سچی محبت اور اصلی خیر خواہی یہی ہے۔ یہ کوئی عقل کی بات نہیں کہ ایک انسان اپنے بچے کو دھوپ کی گرمی سے بچانے کے لئے ساری توانائی خرچ کرے اور دائمی آگ سے اور عذاب سے بچانے کے لئے کوئی دھیان نہ دے۔ اس کے بدن سے پھانس نکالنے میں تو سارے ذرائع اور وسائل استعمال کرے اور بندوق کی گولی کا نشانہ بننے سے اس کو نہ بچائے۔

انبیاء علیہم السلام کے اس طرز عمل سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ والدین کا فرض اور اولاد کا حق ہے کہ سب سے پہلے ان کی اصلاح وفلاح کی فکر کی جائے ان کے بعد دوسروں کی طرف توجہ کی جائے۔ آج کل عام مسلمانوں میں بے علمی اور بے دینی پھیلنے کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ والدین اگر خود دین سے واقف اور دیندار بھی ہیں تو اس کی فکر نہیں کرتے کہ ہماری اولاد بھی دیندار ہو کر دائمی راحت کی مستحق ہو، عام طور پر ہماری نظریں صرف اولاد کی دنیوی اور چندروزہ راحت ہی پر رہتی ہیں۔ اسی کے لئے انتظامات کرتے رہتے ہیں، دولت لازوال کی طرف توجہ نہیں دیتے، اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں کہ آخرت کی فکر میں لگ جائیں اور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے سب سے بڑا سرمایہ ایمان اور عمل صالح کو سمجھ کر اس کی کوشش کریں۔ (معارف القرآن باختصار۔ ۱۴۹)

دُعا کیجئے: ☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔
☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

عمل میں ترقی بھی تنزل بھی

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

من دعا الى هدىً كان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من اجورهم شيئا و من دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه لا ينقص ذلك من اثامهم شيئا . (مسلم/ کتاب العلم)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص کسی اچھی بات کی طرف بلائے تو جتنے لوگ اس کی پیروی کریں گے ان سب کا ثواب اس کو ملے گا اور یہ بات ان (عمل کرنے والوں) کے اجر وثواب میں کمی نہیں لائے گی اور جو شخص کسی گمراہی کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی پیروی کریں ان سب کا گناہ اس کو بھی ملے گا اور یہ بات ان کے گناہوں میں کمی نہیں لائے گی۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ گاؤں کے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ ان کے جسم پر اون (کے لباس) تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بدحالی دیکھ کر ان کی ضرورت مندی کا اندازہ فرمالیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دی۔ لوگوں سے (صدقہ لانے میں) اتنی دیر ہوگئی کہ ناراضگی کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر محسوس ہونے لگا۔ اتنے میں ایک انصاری صحابی ایک تھیلی چاندی کی لے کر آئے پھر دوسرے آئے اور پھر لوگوں کا تانتا بندھ گیا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی ومسرت کے آثار جھلکنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں جو شخص کوئی نیک طریقہ جاری کرے پھر اس پر اس کے بعد عمل کیا جائے تو (اسے اپنے عمل کا بھی ثواب ملے گا اور) اس کے بعد جتنے لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس کو ملتا رہے گا اور کرنے والوں کے اپنے اپنے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ جاری کردے گا پھر اس کے بعد اس پر عمل ہونے لگے تو (اس پر اپنے کئے کا بھی گناہ ہے اور) جتنے اس پر عمل کریں گے سب کے عمل کا گناہ بھی اس کو ہوگا اور اس کی وجہ سے ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

لہذا ایک مومن کو چاہئے کہ اپنے ہر عمل سے پہلے اس کے خیر یا شر ہونے پر خوب اچھی طرح غور کرلے اور اس سے پھیلنے والے منافع یا مفاسد کا اندازہ کرلے کہ خیر کا انجام کامیابی اور کامرانی ہے اور شر کا انجام ہلاکت وتباہی ہے اور کسی کام کے اچھے (سنت حسنہ) یا برے (سنت سیئہ) جاننے اور جانچنے کا معیار یہی ہے کہ اسے میزان شریعت پر تول کر دیکھ لے۔ چنانچہ مشہور شارح حدیث امام سندھیؒ حاشیہ ابن ماجہ میں ان روایات کی تشریح فرماتے ہیں کہ جو عمل شریعت کے موافق ہو وہ سنت حسنہ ہے اور جو شریعت کے خلاف ہو وہ سنت سیئہ ہے۔

امام نوویؒ مذکورہ بالا حدیثوں کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ان دونوں حدیثوں سے اچھے طریقے رائج کرنے اور خیر کے کام میں سبقت کرنے کا استحباب اور برے طریقے جاری کرنے کی حرمت معلوم ہوئی اور اس کے جاری کردہ کار خیر کا سلسلہ جس قدر طویل اور ممتد ہوگا اور اس کا نفع جس قدر عام ہوگا اسی قدر اسے ثواب کا حصول ہوگا اور اسی طرح برا طریقہ رائج کرنے اور برائی پھیلانے کا معاملہ ہے کہ اس سے جس قدر گمراہی پھیلے گی اور برائی رواج پکڑے گی اور جہاں تک یہ سلسلہ دراز ہوگا

اتنا ہی گناہ اس کے حصے میں آئے گا اور یہ بات بھی قابل تنبیہ ہے کہ اس ہدایت یا گمراہی اور خیر و شر کے پھیلانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ یہی شخص اس کا موجد اور پہلے اسے اختیار کرنے والا ہو بلکہ اگر وہ اچھائی یا برائی کسی پیش رو سے چلی آرہی ہے اور یہ اس میں شریک عمل ہو گیا جس سے دوسروں کو سبق ملا اور حوصلہ افزائی ہوئی تو بھی اس کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا کہ جس قدر اس کا اس میں حصہ ہوگا اس قدر ثواب یا گناہ اس کے نامہ اعمال میں درج ہونا شروع ہو جائے گا۔ (شرح نووی باختصار)

یعنی جو شخص محض حق تعالیٰ شانہ کی رضا کے لئے اس کے بتلائے ہوئے راستے (یعنی قرآن وسنت کے مقرر کردہ اصول) کے مطابق اس کی مخلوق کے دینی یا دنیوی نفع کا کوئی راستہ نکالے، کوئی اچھا طریقہ جاری کرے، کسی کار خیر کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرے یا کسی برائی سے روکے اور اس کے خاتمے کی کوشش اور کسی بدعت کو مٹانے میں پہل کرے یا اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرے، اس کی ترغیب دے اس میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے، اس میں اپنا جانی مالی اخلاقی اور جاہی و منصبی تعاون پیش کرے وغیرہ تو گویا وہ اس عرش والی سرکاری ملازمت سے وابستہ ہو گیا جس کو کبھی زوال نہیں، جس کا معمولی عہدہ دار اور ادنیٰ ملازم بھی قسمت کا دھنی ہے اور اس کی کامیابی یقینی ہے۔ اور اگر وہ شخص خوش قسمتی سے ایسا ہے جو اس عالی سرکار کی طرف سے کسی بلند عہدہ پر فائز ہے (مثلاً کسی اسلامی مملکت کا سربراہ یا اس کا عملدار قاضی، وزیر...... وغیرہ ہے) اور وہ اپنے وسیع دائرہ کار میں پوری امانتداری، فرض شناسی اور اخلاص (سرکار سے وفاداری کے جذبے) کے ساتھ اور اس سرکار کے تمام قوانین (قرآن وسنت) کا پورا پورا خیال رکھتے ہوئے اپنے فرائض منصبی ادا کرتا ہے تو اس کی کامیابی، سرفرازی اور مرتبہ کی بلندی کا کیا کہنا۔ ایسے ہی لوگ اس سرکار کی اس خوشخبری کے زیادہ مستحق ہیں۔

چنانچہ حدیث **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ**" کہ تم سب کے سب (اپنے دائرہ عمل میں) ذمہ دار ہو اور اپنے ماتحتوں کے بارے میں جواب دہ ہوگے سے اس کا واضح اشارہ ملتا ہے۔

مثلاً والدین اپنے بال بچوں کے متعلق اور شوہر بیوی کے متعلق اساتذہ اپنے زیر نگرانی طالب علموں کے متعلق، علماء و مشائخ جنہیں دین کے محافظ ہونے اور انبیاء کے وارث ہونے کا شرف حاصل ہے اور جن پر پوری قوم کی عموماً اور طالبان علوم دینیہ و معارف باطنیہ کی خصوصاً ظاہری اور باطنی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری ہے نیز جو زبان و قلم اور اپنی نقل و حرکت سے تبلیغ دین اور دعوت اسلام کا فریضہ انجام دیتے ہیں یہ سب اپنے اپنے ماتحت افراد کی اصلاح اور ان کے دینی و دنیاوی مصالح کے متعلق جواب دہ ہوں گے کہ انہوں نے ان کے متعلق اپنی کیا ذمہ داری نبھائی اور ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں جس قدر کامیاب ہوں گے اسی قدر اجر و انعام کے مستحق ہوں گے۔

ان حضرات کی پیروی کرنے سے اور ان کے جیسی کارگزاری کر کے حقیقی کامیابی حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں:

"جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے وہ ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے کیونکہ زندہ آدمی کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا کوئی بھروسہ نہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت کا سب سے افضل ترین طبقہ ہے، قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف و تصنع ان میں کالعدم تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین برپا کرنے کے لئے چن لیا تھا، اس لئے ان کی فضیلت و برگزیدگی کو پہچانو، ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھر ان کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو کہ وہی ہدایت کے سیدھے راستے پر تھے۔" (مشکوۃ عن رزین)

لہٰذا جو شخص ان حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جس قدر خیر کے میدان میں قدم بڑھائے گا اسی قدر وہ اجر و ثواب اور

انعام وکرام کا مستحق ہوگا۔ اور باقیات صالحات اور سبقت الی الخیرات کا میدان اس قدر وسیع ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ فرماتے ہیں:

"حق تعالیٰ شانہ عم نوالہ کی عطا اور احسان، بخشش اور انعام کا کیا ٹھکانا ہے، اس کی عطائیں اس کے الطاف بے محنت ملتے ہیں مگر ہم لینا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج ہے۔ ایک شخص خود نفلیں کثرت سے نہیں پڑھ سکتا وہ دوسروں کو ترغیب دے کر نفلیں پڑھوائے اس کو بھی ان کا ثواب ہو، خود نادار ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے مال کثرت سے خرچ نہیں کرسکتا تو دوسروں کو ترغیب دے کر خرچ کرائے اور خرچ کرنے والوں کے ساتھ خود بھی ثواب کا شریک بنے۔

ایک شخص خود روزے نہیں رکھ سکتا، حج نہیں کرسکتا، جہاد نہیں کرسکتا اور کوئی عبادت نہیں کرسکتا لیکن ان چیزوں کی دوسروں کو ترغیب دیتا ہے اور خود ان سب کا شریک بنتا ہے۔ بہت غور سے سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ اگر آدمی اپنے آپ ہی ان سب عبادتوں کو کرنے والا ہوگا تو ایک ہی کے کرنے کا ثواب ملے گا لیکن ان چیزوں پر سو آدمیوں کو ترغیب دے کر کھڑا کر دے تو سو کا ثواب ملے گا اور ہزار دو ہزار کو ان سے زیادہ کو لگا دے تو جتنے آدمیوں کو آمادہ کر دے گا سب کا ثواب ملتا رہے گا اور لطف یہ ہے کہ خود اگر مر بھی جائے تو ان اعمال کے کرنے والوں کے اعمال کا ثواب بعد میں بھی پہنچتا رہے گا، کیا اللہ جل شانہ کے احسانات کی کوئی حد ہے؟ اور کس قدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو لاکھوں کو اپنی زندگی میں دینی کاموں پر لگا گئے اور اب مرنے کے بعد وہ ان اعمال کے کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہیں۔" (فضائل صدقات ص ۱۲۷)

معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دوسرے کو گناہ میں مبتلا کرنے کی تحریک کرے یا گناہ میں اس کی مدد کرے وہ بھی ایسا مجرم ہے جیسا یہ گناہ کرنے والا۔ (معارف القرآن ۶/۶۷۹)

صحیحین کی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ کوئی نفس بھی ظلماً قتل کیا جاتا ہے تو اس (ناحق) خون کے گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے (قابیل) کو ضرور ملتا ہے کیونکہ اسی نے ناحق خون کرنے کا سلسلہ جاری کیا۔

ان آیات و روایات سے بھی معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے وسیع اختیارات اور علمی و عملی قوت وصلاحیت سے جس قدر گمراہی، برائی اور فتنہ فساد پھیلائے گا یا اس میں کسی کی مدد کرے گا اسی قدر گناہوں کا انبار اکٹھا کرے گا اور اپنی ہلاکت کا سامان جمع کرے گا۔

لہذا اس پر ان لوگوں کو خصوصاً بہت غور کرنے کی ضرورت ہے جنہیں قوم کی سربراہی ملی ہے اور جن کے ہاتھوں میں اقتدار اعلیٰ کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کی دینی اور دنیوی خدمات انجام دینے کے وسیع اختیارات ہیں مگر وہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

نیز وہ لوگ جو مسلمانوں کی ضروریات ومصالح پر اپنے شخصی مفادات کو مقدم کرتے ہیں اور اپنے اقتدار وکرسی کی حفاظت میں لگ کر اجتماعی اور قومی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں، بلکہ بعض ظالم تو اس قدر حد سے تجاوز کر جاتے ہیں کہ اعدائے اسلام کی خوشامد میں ہر وہ کام کر گزرتے ہیں جو ان کی رعیت کے لئے دینی ودنیوی نقصان کا باعث ہوتا ہے، یہاں تک کہ بعض بے دین اپنے اسلامی ملک میں شرعی قوانین کی جگہ یہود و نصاریٰ اور کمیونسٹ کے وضع کردہ قوانین نافذ کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اس طرح خود بھی گمراہ اور تباہ ہوتے ہیں اور خلق خدا کو گمراہی اور تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیتے ہیں۔

دُعا کیجئے: ☆ یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

مقام نیاز

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت سالت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن ھٰذه الآیة " والذین یؤتون ماآتوا و قلوبھم وجلة" اھم الذین یشربون الخمر و یسرقون . قال لا یابنت الصدیق و لکنھم الذین یصومون و یصلون و یتصدقون و ھم یخافون ان لا یقبل منھم اولئک یسارعون فی الخیرات . (المشکوۃ عن الترمذی و ابن ماجه)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آیت شریفہ والذین یؤتون.......... (ترجمہ: اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں) کے متعلق پوچھا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے (بدکاری کرتے کمافی روایۃ) اور چوری کرتے ہیں (اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ کے حضور کیسے پیش ہوں گے اور وہاں جا کر کیا منہ دکھائیں گے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں صدیق کی بیٹی ایسا نہیں بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے اور صدقے دیتے ہیں اور پھر بھی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ ان کا عمل نامقبول نہ ہو جائے ایسے ہی لوگ نیکیوں میں دوڑنے والے ہیں۔''

یعنی نیکیوں کی طرف سبقت کرنے اور اس میں مسارعت کرنے والے حقیقت میں وہی ہیں جو سب کچھ کر کے بھی اپنے معبود کی عظمت و جلال کے سامنے اپنے آپ کو نالائق و ناکارہ اور اپنے اعمال اس مقدس بارگاہ میں پیش ہونے کے لائق نہیں سمجھتے اور ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ان کے اعمال رد نہ ہو جائیں اور اسی دھن میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح بھی اپنے پروردگار کی رضا و خوشنودی حاصل کرلیں۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

یعنی باوجود اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے اس سے ڈرتے ہیں کہ دیکھئے اللہ جل شانہ کے یہاں ان نیکیوں کا کیا حشر ہو۔ قبول ہوتی ہیں یا نہیں یہ حق تعالیٰ شانہ کی غایت عظمت اور علو مرتبہ (کے احساس) کی وجہ سے ہے۔ جو شخص جتنا اونچے مرتبے کا ہوتا ہے اتنا ہی اس کا خوف غالب ہوتا ہے۔ بالخصوص اس شخص کے لئے جس کے دل میں واقعی عظمت ہو، نیز وہ اس سے بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ اس کے خرچ میں نیت بھی ہماری خالص ہے یا نہیں۔ بسا اوقات نفس اور شیطان کے مکر کی وجہ سے آدمی کسی چیز کو نیکی سمجھتا رہتا ہے اور وہ نیکی نہیں ہوتی، جیسا کہ سورہ کہف میں ارشاد ہے:

قُلْ ھَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ (کہف ۱۰۴)

''آپ کہہ دیجئے کہ ہم تم کو ایسے آدمی بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا میں گئی گزری ہو گئیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔''

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ مومن نیکیاں کر کے ڈرتا ہے اور منافق برائیاں کر کے بے خوف ہوتا ہے۔ (فضائل صدقات صفحہ ۳۰)

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

علمائے آخرت کی پہچان

(۱) اپنے علم سے دنیا نہ کماتا ہو۔ عالم کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ دنیا کی حقارت کا اس کے کمینہ پن کا، اس کے مکدر ہونے کا، اس کے جلد ختم ہو جانے کا، اس کو احساس ہو آخرت کی عظمت اس کا ہمیشہ رہنا اور اس کی عمدگی کا احساس ہو۔

(۲) اس کے قول و فعل میں تعارض نہ ہو کہ دوسروں کو خیر کا حکم کرے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ (بقرہ۴۴)

"کیا غضب ہے کہ دوسروں کو نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (صف۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات بہت ہی ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔

(۳) ایسے علوم میں مشغول ہو جو آخرت میں کام آنے والے ہوں، نیک کاموں میں رغبت پیدا کرنے والے ہوں، ایسے علوم سے احتراز کرے جن کا آخرت میں کوئی نفع نہیں یا نفع کم ہے۔ ہم لوگ اپنی نادانی سے ان کو بھی علم کہتے ہیں جن میں صرف دنیا کمانا مقصود ہو، حالانکہ وہ جہل مرکب ہے کہ ایسا شخص اپنے کو پڑھا لکھا سمجھنے لگتا ہے پھر اس کو دین کے علوم سیکھنے کا اہتمام بھی نہیں رہتا جو شخص کچھ بھی پڑھا ہوا نہ ہو وہ کم سے کم اپنے آپ کو جاہل تو سمجھتا ہے، دین کی باتیں معلوم کرنے کی کوشش تو کرتا ہے مگر جو اپنی جہالت کے باوجود اپنے کو عالم سمجھنے لگے وہ بڑے نقصان میں ہے۔

(۴) کھانے پینے کی اور لباس کی عمدگیوں اور بہترائیوں کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ ان چیزوں میں درمیانی رفتار اختیار کرے اور بزرگوں کے طرز کو اختیار کرے۔ ان چیزوں میں جتنی کمی کی طرف اس کا میلان بڑھے گا اللہ تعالیٰ شانہ سے اتنا ہی اس کا قرب بڑھتا جائے گا۔

(۵) سلاطین اور حکام سے دور رہے کہ ان سے اختلاط بہت سے مفاسد کی کنجی ہے۔

(۶) فتویٰ صادر کردینے میں جلدی نہ کرے مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے۔

(۷) باطنی علوم یعنی سلوک کا اہتمام بہت زیادہ ہو، اپنی اصلاح باطن اور اصلاح قلب میں بہت زیادہ کوشش کرنے والا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔

(۸) اس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اس کو ہو، یقین ہی اصل راس المال ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو، ان کا اتباع کرو تا کہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو، اس کو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ چاند سورج کے وجود کا، وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کا کرنے والا صرف وہی ایک پاک ذات ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادے کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا اور جب یہ یقین پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکل، رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔ نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہ کا ہے اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اس کے مقدر میں ہے وہ اس کو بہرحال مل کر رہے گا اور جو مقدر میں نہیں وہ کسی حال بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا، حرص و طمع جاتی رہے گی، جو چیز میسر نہ ہوگی اس پر رنج نہ ہوگا۔ نیز اس کو

اس کا یقین ہو کہ اللہ جل شانہ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔ ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔ وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا ہی یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا (وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے) اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اس کو پوری رغبت ہوگی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہوگا۔

(۹) اس کی ہر حرکت و سکون سے اللہ جل شانہ کا خوف ٹپکتا ہو اس کی عظمت و جلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر ادا سے ظاہر ہوتا ہو۔ اس کے لباس سے اس کی عادات سے بولنے سے اس کے چپ رہنے سے حتیٰ کہ ہر حرکت و سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو، اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد تازہ ہوتی ہو، سکون، وقار، مسکنت، تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو، بے ہودہ گوئی، لغو کلامی، تکلف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہ سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بے فکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکر مند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔

(۱۰) اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں فلاں عمل کرنا ضروری ہے، فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے، اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے (مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات ہوں تاکہ لوگ اس کو محقق سمجھیں۔ حکیم اور فلاسفر سمجھیں۔

(۱۱) اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں ان کا قائل نہ بن جائے۔ اصلی اتباع حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کا ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھنے والے ہیں اور جب اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے جمع کرنے میں، ان پر غور و فکر میں، بہت زیادہ اہتمام کرے۔

(۱۲) بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچتا ہو، کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا کوئی معتبر چیز نہیں، بلکہ اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کیا معمول رہا ہے اور اس کے لئے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں جنہوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اس نے سمجھا ہے اور جو اس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی (نجات پانے والا) ہے دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا، اسی کا طالب ہے۔ دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دنیا نہ کماوے اس سے خفا ہوتا ہے۔ ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لئے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے ان کے احوال اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے، اس کے لئے ان شاء اللہ بہت بڑا اجر ہے۔ (فضائل صدقات ص ۶۵ ۳ باختصار)

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔ آمین

اب ہے کس کا انتظار؟

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ما ینتظر احدکم الا غنی مطغیا او فقرا منسیا او مرضا مفسدا او هرماً مفندا او موتا مجهزا اوالدجال فالدجال شرغائب ینتظر اوا لساعة والساعة ادهی و امر. (مشکوة/عن الترمذی و النسائی)

ترجمہ: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تم تو بس اسی کے منتظر ہو کہ ایسی تونگری ہو جو سرکش بنادے یا ایسی ناداری ہو جو سب کچھ بھلا دے یا ایسی بیماری ہو جو سب کچھ بگاڑ دے یا ایسا بڑھاپا ہو جو عقل گم کر دے یا ایسی موت ہو جو کفن دفن کا سامان کر دے، یا دجال اور دجال تو بدترین غائب ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے یا قیامت اور قیامت تو سب سے بڑی آفت اور نہایت کڑوی چیز ہے۔''

حدیث پاک میں دنیاوی تفکرات میں الجھ کر فکر آخرت اور قیامت کے ہولناک دن سے غافل ہو جانے پر تنبیہ ہے اگر ہم اپنی زندگی اور اس کی مصروفیات اعمال و افکار کا جائزہ لیں تو دولت و اقتدار کی امنگ فقر و فاقہ کا خوف حالات کا تغیر بیماری اور بڑھاپا یہی ہماری زندگی کا محور اور یہی ہماری فکر کا مرکز ہے اور گویا ہم ان الجھنوں سے نکل کر آخرت کی تیاری میں لگنے اور توبہ و انابت والی زندگی اپنانے کے لئے کسی خاص وقت اور خاص موقع کے منتظر ہیں۔

ایک جگہ نافرمانوں کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا. فَاَنّٰی لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰهُمْ۔ (محمد ۱۸)

''یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آپڑے سو اس کی علامتیں تو آ چکیں تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔''

یعنی قرآن کی نصیحتیں، گذشتہ اقوام کی عبرتناک مثالیں اور جنت و دوزخ کے وعدہ و وعید سب سن چکے اب ماننے کے لئے کس وقت کا انتظار ہے۔ یہ ہی کہ قیامت کی گھڑی ان کے سر پر اچانک کھڑی ہو۔ سو قیامت کی کئی نشانیاں تو آ چکیں اور جب خود قیامت آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کے لئے سمجھ حاصل کرنے اور ماننے کا موقع کہاں باقی رہے گا۔ یعنی وہ سمجھنا اور ماننا بیکار ہے۔ کیونکہ اس پر نجات نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر عثمانی۔ محمد)

ایک جگہ غفلت شعار انسان کو یوں تنبیہ کی گئی ہے:

بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ ۔ (قیامہ ۵۔۶)

''بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ ڈھٹائی کرے اس کے سامنے، پوچھتا ہے کہ کب ہوگا دن قیامت کا۔''

یعنی آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں جو باقی رہ گئی ہے بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے، اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور اعمال کے حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو فسق و فجور میں اس قدر بے باکی اور ڈھٹائی اس سے نہ ہو سکے گی، اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، جس سے عیش منغص (ومکدر) ہو اور لذت میں خلل نہ پڑے۔ (تفسیر عثمانی۔ القیامۃ)

اللہ تعالیٰ ہمیں غفلت میں پڑے رہنے والوں سے محفوظ فرمائے اور آخرت کی تیاریوں میں لگے رہنے والوں میں شامل فرمائے، آمین۔

کرلو جو کچھ کرسکو

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال بادروا بالاعمال فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مؤمنا و یمسی مؤمنا کافرا، او یمسی مؤمناً و یصبح کافراً. یبیع دینه بعرض من الدنیا. (مسلم / الایمان)

ترجمہ: ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال (صالحہ) میں جلدی کرلو قبل اس کے کہ (تمہیں ایسے فتنے آگھیریں جو اندھیری رات کی ٹکڑیوں کے مانند ہوں کہ (اس میں مبتلا ہوکر) ایک شخص صبح کو مؤمن ہوگا اور شام کو کافر ہوگا اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کافر ہو رہے گا اور تھوڑی سی دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ ڈالے گا۔''

انسان کو عمل کرنے اور دیندار بننے کا جو موقع ملا ہوا ہے چاہئے کہ اسے غنیمت جانے نہ معلوم کہ کس وقت کون سی آفت آپڑے کن فتنوں میں الجھ جائے، کس بلائے ناگہانی میں گرفتار ہو جائے کہ عمل کرنے کے سارے مواقع ہاتھ سے جاتے رہیں۔ یا توفیق الٰہی سے محرومی ہوجائے۔ (والعیاذ باللہ)

خصوصاً آج کے اس پُرفتن دور میں کہ ہر طرف فتنوں کا دور دورہ ہے۔ روز بروز نت نئے فتنوں کا سامنا ہے۔ ایمان میں خلل ڈالنے والے اعتقاد میں شکوک وشبہات پیدا کردینے والے، اعمال وعبادات سے بے رغبت کرنے اور دل پھیر دینے والے، دین میں تحریف وتبدیل کی حوصلہ افزائی کرنے والے، اخلاق و معاشرات اور معیشت کو تباہ و برباد کردینے والے ملک میں خلفشار اور انتشار اور ظلم وتشدد برپا کرنے والے فتنوں کی یلغار ہے۔

کتنے مسلم ممالک ارتدادی اور الحادی فتنوں کی لپیٹ میں ہیں جہاں دشمنان دین اپنے تمام وسائل اور اعوان وانصار کے ساتھ اپنی شیطانی سرگرمیوں میں مصروف ہیں اور انہیں بیرونی بین الاقوامی طاقتوں کی پشت پناہی اور اندرونی منافق صفت لوگوں کا تحفظ حاصل ہے اور ان فتنوں کے شکار خصوصاً غریب طبقے کے لوگ یا وہ نو تعلیم یافتہ طبقہ ہے جو اپنے دین سے ناواقف اور اسلامی تعلیمات سے دور ہے۔

اسلامی تہذیب وتمدن اور اخلاق وشرافت کو زندہ درگور کرنے کے لئے تشبہ بالاغیار کا فتنہ ہر طرف ایک وبا کی طرح پھیلتا چلا جارہا ہے اور اس میں روز ناموں ہفت روزہ اور ماہناموں اور نت نئے افسانوں، ناولوں کا جو کردار ہے وہ سبھی کو معلوم ہے اور فلمی دنیا کی تباہ کاریاں اس پر مستزاد ہیں جو آگ پر تیل سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جارہی ہیں۔

ٹی وی اور انٹرنیٹ کا عالمگیر فتنہ

اور اب تو دشمنان دین ایک نئی شیطانی ایجاد کے ذریعہ اسلامی اقدار کو مس کرنے اور مسلمانوں کی ظاہری و باطنی، روحانی وجسمانی اور عملی واعتقادی تمام ملکات اور صلاحیات کو مفلوج کر کے رکھ دینے کا منصوبہ بنا چکے ہیں۔ اس نئی ایجاد مجمع الخبائث، ام الفتن کا نام انٹرنیٹ ہے جس کے شیطانی جالے پورے عالم کے اردگرد اپنے تانے بانے بننے میں مصروف ہیں اور ابھی اس کے مضرات اور نقصانات سے قطع نظر اس کے مفید پہلو کو سامنے لاکر اس کی افادیت کا پرچار کیا جارہا ہے جیسا کہ ٹی وی کی ایجاد کے وقت اس کی برائیوں پر پردہ ڈال کر اس کی ان اچھائیوں کو خوب اچھالا گیا تھا اور ان عارضی اور وقتی فوائد کو خوب اجاگر کیا گیا تھا جو عوام کی سطحی نگاہوں میں نہایت اہم مفید اور خوش کن نتائج کے حامل تھے، لیکن کچھ ہی

دنوں بعد جب سب کے دلوں سے اس کی حقارت نکل گئی اور اس کے خلاف نفرت و بےزاری کا زور کم ہوگیا اور جب ٹی وی، ٹی بی کی وبا کی طرح آناً فاناً تمام معاشرے میں بری طرح پھیل کر لوگوں کی روحانی، ایمانی، اخلاقی اقدار پر اپنے مہلک اثرات دکھلانے لگا اس وقت لوگوں کو اندازہ ہوا کہ یہ ٹی وی کیا بلا ہے اور اب تو یہ ایک کینسر کی طرح تمام معاشرے پر ایسا چھا چکا ہے کہ اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا ہے۔ ہر شخص اس کی برائیوں اور خرابیوں کا اعتراف کرنے اور اس سے نفرت کرنے کے باوجود اسے اپنے گھر میں رکھنے کو اپنی مجبوری خیال کرتا ہے اور اب شاید ہی کوئی گھرانہ ایسا ہو جس کے کل افراد اس کے اثر سے بالکلیہ محفوظ ہوں اور اس کے ذریعے برائیوں کا جو طوفان عالم اسلام پر اُمڈتا چلا آرہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

ان اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے ٹی وی اور انٹرنیٹ کے غیر اسلامی اور غیر اخلاقی پروگراموں پر غور کریں تو کھلی آنکھوں نظر آئے گا کہ یہ دونوں چیزیں یقینی طور سے خمر (شراب) اور میسر (جوئے) سے زیادہ برائیوں اور تباہ کاریوں کا مجموعہ ہیں اور یہ تو خمر و میسر انصاب والازلام کیا کفر و شرک، الحاد و زندقہ، سحر و شعوذہ، (نظر بندی اور دھوکہ دہی) تشبہ بالاغیار (چال ڈھال پہننے اوڑھنے اور زندگی کے ہر طور وطریق میں کفار اور فاسق و فاجر لوگوں کی نقالی) بے ایمانی و بے حیائی، بداخلاقی و بد اطواری، قتل و غارت اور فساد فی الارض۔ غرض یہ کہ دنیا بھر کی خرابیوں اور فتنہ انگیزیوں کی تعلیم و تربیت ترویج و اشاعت اور اس کی طرف ترغیب و دعوت میں شیطان کا ایسا دلچسپ کارگر سہل الحصول اور آزمودہ ہتھیار ہیں جس کی کوئی مثال نہیں۔ اس کے ذریعے، بچہ، جوان، بوڑھا اور مرد و عورت اپنے گھر بیٹھے ہی وہ سب کچھ سیکھ سکتے ہیں اور ان باتوں میں شرکت کرسکتے ہیں جو دنیا کے برے سے برے ماحول میں کی جاتی ہیں اور یہ شیطانی بلا، معذور تو کیا بستر مرگ پر موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا شخص کا بھی پیچھا نہیں چھوڑتی چنانچہ دنیا والے دیکھ رہے ہیں کہ اب مسلم ممالک میں بھی شفا خانوں کے ہر کمرے میں اس کا وجود نامسعود اللہ کی یاد اور فکر آخرت سے غفلت کا ذریعہ بنا ہوا ہے اور مؤمن کے آخری لمحات میں بھی اغوائے شیطانی کا پورا انتظام شیاطین الجن والانس نے کر رکھا ہے۔ **اعاذ نا اللّٰہ من سوء الفتن ما ظہر منہا وما بطن۔**

اور یہ منحوس شے ایک مومن کے لئے اس لحاظ سے بھی نہایت خطرناک اور تباہ کن ہے کہ اس کا زہریلا اثر براہ راست قبول حق کے وسائل اور قوٰی (کان، آنکھ اور قلب) پر پڑتا ہے۔ جس سے شیطانی اثرات انسان کے رگ و پے میں رچ بس کر انسانی کانشنس (قوت ملکیہ جو اسے بھلائی کی طرف متوجہ کرتی ہے کو مفلوج و معطل کر دیتے ہیں)

چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے، اگر توبہ کرلی تو مٹ گیا ورنہ جوں جوں گناہ کرتا جائے گا وہ نقطہ بڑھتا اور پھیلتا رہے گا تاآنکہ قلب بالکل سیاہ ہو جائے کہ حق و باطل کی تمیز باقی نہ رہے۔ ایسے لوگ اپنی حالت بدلنے اور گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنے سے بالکل غافل و بے پرواہ ہو جاتے ہیں۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ**۔ (بقرہ ۱۸)

''بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو اب یہ رجوع نہ ہوں گے۔'' کہ ان کے حواس حق کو دیکھنے، سننے سمجھنے کے قابل نہ رہے۔'' ایسے لوگوں کے بارے میں ایک جگہ ارشاد ہے:

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (اعراف ۱۷۹)

''ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ۔ وہی غافل لوگ ہیں''۔

ایک فکر آخرت رکھنے والے کو یقیناً ان خطرناک نتائج تک پہنچا دینے والی چیزوں سے بہت زیادہ بچنے بچانے کی ضرورت ہے۔ کفار و مشرکین اور دشمنانِ دین کی فتنہ سامانیاں انہی خفیہ کارروائیوں تک ہی محدود نہیں وہ تو اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی فکر میں ہیں بوسینیا، ہرزگووینیا۔ کوسوفا میں مسلمانوں کا قتل عام زیادہ دنوں کی بات نہیں اور آج بھی مقدونیہ، چیچنیا، فلسطین اور دنیا کے کتنے ہی علاقوں میں یہ ظالم و سفاک لوگ اپنی شیطنت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ (بروج۔۸)

''اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے جو زبردست اور تعریفوں والا ہے۔

یعنی ان لوگوں کا قصور اور جرم یہی ہے کہ وہ اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اور کفار و مشرکین اور ان اخوان الشیاطین کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے اور آئندہ بھی یہ لوگ اپنی کمینی حرکتوں سے باز آنے والے نہیں۔ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۔ (بقرہ ۲۱۷) ''اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں''

ان حالات میں عملی زندگی سے دوری یقیناً ایک مومن کے لئے بہت ہی قابل فکر ہے اور ان حالات کے ساتھ قرب قیامت کی نشانیوں کا ظہور مستقل ایسی چیز ہے جو ایک مؤمن کو دنیا جہان کی فکر سے ہٹا کر اپنی فکر میں مشغول کر دینے اور آخرت کی تیاری میں لگا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں قیامت کی بعض نشانیوں کا ذکر کر دیا جائے۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بیت المال میں بہت زیادہ احتیاط برتتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کا حکم دیا۔ وہ بیت المال کی لکڑیوں سے پانی گرم کرلایا۔ آپ کو معلوم ہوا تو ایک درہم کی لکڑیاں منگوا کر اس کے عوض بیت المال میں داخل کرادیں۔ آپ کی عادت تھی کہ رات کو جب تک آپ کے پاس لوگ بیٹھے رہتے اور خلافت کے معاملے میں مشورہ ہوتا رہتا۔ اس وقت تک بیت المال کا چراغ جلاتے رہتے تھے اور جب لوگ اٹھ کر چلے جاتے تو بیت المال کا چراغ گل کر کے اپنا چراغ جلا لیتے تھے۔

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب اپنی بیوی کا خرچ کم کر دیا تو انہوں نے شکایت کی، آپ نے فرمایا مجھے اتنا مقدور نہیں ہے کہ تم کو وہی خرچ دے سکوں جو پہلے دیتا تھا۔ رہا بیت المال کا مال تو اس میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا ایک دیہات کے مسلمان کا حق۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

قربِ قیامت کی بعض علامات

مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی، علامہ برزنجیؒ کے حوالے سے اپنے رسالے علامات قیامت میں تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ دین پر قائم رہنے والے کی حالت اس شخص کی طرح ہوگی جس نے انگارے کو اپنی مٹھی میں پکڑ رکھا ہو۔ دنیاوی اعتبار سے سب سے زیادہ نصیبہ ور وہی شخص ہوگا جو خود بھی کمینہ ہو اور اس کا باپ بھی کمینہ ہو، لیڈر بہت اور امانت دار کم ہوں گے۔ قبیلوں اور قوموں کے لیڈر منافق رذیل ترین اور فاسق ہوں گے۔ بازاروں کے رئیس فاجر ہوں گے، پولیس کی کثرت ہوگی (جو ظالموں کی پشت پناہی کرے گی) بڑے عہدے نااہلوں کو ملیں گے، لڑکے حکومت کرنے لگے گے، تجارت بہت پھیل جائے گی، یہاں تک کہ عورت اپنے شوہر کا ہاتھ بٹائے گی مگر کساد بازاری ایسی ہوگی کہ نفع حاصل نہ ہوگا۔ ناپ تول میں کمی کی جائے گی، لکھنے کا رواج بہت بڑھ جائے گا مگر تعلیم محض دنیا کے لئے حاصل کی جائے گی۔ قرآن کو گانے بجانے کا آلہ بنا لیا جائے گا۔ ریاء شہرت اور مالی منفعت کے لئے گا گا کر قرآن پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی اور فقہاء کی قلت ہوگی۔ علماء کو قتل کیا جائے گا اور ان پر ایسا سخت وقت آئے گا کہ وہ سرخ سونے سے زیادہ اپنی موت کو پسند کریں گے۔ اس امت کے آخری لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔

امانت دار کو خائن اور خائن کو امانت دار کہا جائے گا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا، اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی سمجھا جائے گا، اجنبی لوگوں سے حسن سلوک کیا جائے گا اور رشتہ داروں کے حقوق پامال کئے جائیں گے۔ بیوی کی اطاعت اور ماں باپ کی نافرمانی ہوگی، مسجدوں میں شور و شغب اور دنیا کی باتیں ہوں گی، سلام صرف جان پہچان کے لوگوں کو کیا جائے گا، (حالانکہ دوسری احادیث میں ہے کہ سلام ہر مسلمان کو کرنا چاہئے، خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو) طلاقوں کی کثرت ہوگی، نیک لوگ چھپتے پھریں گے اور کمینے لوگوں کا دور دورہ ہوگا، لوگ فخر اور ریاء کے طور پر اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں گے۔

شراب کا نام نبیذ، سود کا نام بیع اور رشوت کا نام ہدیہ رکھ کر انہیں حلال سمجھا جائے گا۔ سود، جوا، گانے باجے کے آلات، شراب خوری اور زنا کی کثرت ہوگی۔ دعوت میں کھانے پینے کے علاوہ عورتیں بھی پیش کی جائیں گی۔ ناگہانی اور اچانک اموات کی کثرت ہوگی، لوگ موٹی موٹی گدیوں پر سواری کر کے مسجدوں کے دروازوں تک آئیں گے، ان کی عورتیں کپڑے پہنتی ہوں گی مگر (لباس باریک اور چست ہونے کے باعث) وہ ننگی ہوں گی، ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے، لچک لچک کر چلیں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں گی، یہ لوگ نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے۔ مومن آدمی ان کے نزدیک باندی سے بھی زیادہ رذیل ہوگا۔ مومن ان برائیوں کو دیکھے گا مگر انہیں روک نہ سکے گا جس کے باعث اس کا دل اندر ہی اندر گھلتا رہے گا۔

ان کے علاوہ اور بہت سی علامات ہیں ان سب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دور میں دی تھی کہ ان کا تصور بھی مشکل تھا مگر آج ہم اپنی آنکھوں سے ان سب کا مشاہدہ کر رہے ہیں، کوئی علامت اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے اور کوئی ابتدائی مراحل سے گزر رہی ہے، جب یہ سب علامات اپنی انتہاء کو پہنچیں گی تو قیامت کی بڑی بڑی اور قریبی علامت کا سلسلہ شروع ہو جائے

گا۔ اللہ عزوجل ہمیں ہر فتنے کے شر سے محفوظ رکھے اور سلامتی ایمان کے ساتھ قبر تک پہنچادے۔ (علامات قیامت ص ۱۳۷، ۱۳۹)

الغرض ان حالات اور ایسے ماحول میں جس آدمی کو ہر وقت کسی فتنے میں مبتلا ہو کر دین سے دور ہو جانے، ایمان سے محروم ہو جانے اور گمراہی میں پڑ جانے کا خطرہ ہے ہر انسان کو اپنی قیمتی پونجی ''دین وایمان'' کی بقاء اور تحفظ کا فکر کرنا ضروری ہے اور عمل کا جو بھی موقع میسر ہے اسے اخروی زندگی بنانے میں لگانا ہی عقلمندی اور دوراندیشی ہے، کیا پتہ آگے موقع ملے نہ ملے۔

شیطان کا یہ دھوکہ فی الحال تو دنیا کے مزے اڑالو پھر توبہ کر کے نیک بن جانا اسی کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔ یعنی کسی کو خبر نہیں کہ کل وہ کیا کرے گا؟ اور کچھ کرنے کے لئے زندہ بھی رہے گا؟ کب موت آجائے گی اور کہاں آئے گی؟ پھر یہ وثوق کیسے ہو کہ آج کی بدی کا تدارک کل نیکی سے ضرور کرے گا اور توبہ کی توفیق ضرور پائے گا؟ اس چیزوں کی خبر تو اسی علیم وخبیر کو ہے۔ (تفسیر عثمانی لقمن)

نیز ایک جگہ وقت کو غنیمت جاننے کی تاکید ان الفاظ میں کی گئی ہے: وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ (زمر ۵۵)

''اور تم اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آپڑے اور تمہیں اس کا خیال بھی نہ ہو۔''

یعنی قرآنی ہدایات پر چل کر عذاب آنے سے پہلے اپنے مستقبل کی روک تھام کرلو ورنہ معائنہ عذاب کے بعد کچھ تدارک نہ ہو سکے گا نہ کوئی تدبیر بن پڑے گی، عذاب الٰہی اس طرح ایک دم آدبائے گا کہ خبر بھی نہ ہوگی کہاں سے آگیا۔ (تفسیر عثمانی۔ زمر)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ ولید بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے بڑھ کر کسی شخص کے دل میں خدا کا خوف نہیں پایا، آپ کی بیوی فرماتی تھیں کہ زمانہ خلافت میں آپ کی یہ حالت رہی کہ باہر سے آکر سجدہ میں سر رکھ دیتے اور روتے روتے اسی حالت میں سو جاتے۔ آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے۔ (تاریخ الخلفاء)

۲۔ عمر بن مہاجرؒ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دل سیب کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک چچازاد بھائی نے آپ کی خدمت میں ہدیۃً ایک سیب بھیج دیا۔ آپ نے اس کو لے لیا اور اس کی خوشبو کی بہت تعریف فرمائی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس صاحب نے یہ بھیجا ہے ان کے پاس لے جاؤ اور ان کو میرا اسلام پہنچا کر کہہ دو کہ تمہارا ہدیہ پہنچ گیا جسے ہم نے بہت پسند کیا۔ (اب ہم اس کو آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیج رہے ہیں) یہ سن کر غلام نے کہا امیر المومنین اس کے لینے میں کیا مضائقہ ہے؟ آپ کے چچازاد بھائی نے بھیجا ہے اور ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ تھا مگر ہمارے لئے رشوت ہے۔ (کیونکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ صرف ہدیہ کی نیت سے دیا کرتے تھے اور ہم کو اس نیت سے دیتے ہیں کہ ہم سے کچھ کام نکالیں گے۔ (تاریخ الخلفاء)

دُعا کیجئے: یااللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

☆ یااللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

قیامت کی گھڑی سر پہ کھڑی

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
مثل ھذہ الدنیا مثل ثوب شقّ من اولہ الی آخرہ فبقی معلقا بخیط فی آخر فیوشک ذلک الخیط ان ینقطع . (المشکوٰۃ عن البیھقی فی الشعب)

ترجمہ: ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس دنیا کی (بقیہ عمر کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک کپڑا ایک سرے سے دوسرے سرے تک چاک کر دیا گیا ہو، بس ایک دھاگہ پر لٹکا ہوا ہو پس وہ آخری دھاگہ بھی (ٹوٹ کر) علیحدہ ہونے ہی والا ہے“

اس دنیا کے فنا ہونے کا وقت قریب آ چکا ہے، قیامت میں اب کوئی زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا، اس رو بہ زوال دنیا کے بنانے اور اس کی ترقی کی فکر میں لگ کر اگلی زندگی کی کامیابیوں سے غافل ہو جانا بڑی نادانی ہے۔

ایک مومن کے شایان شان نہیں کہ وہ اس دن سے بے فکر رہے جس کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

یَوْمَ تُبْلَی السَّرَآئِرُ فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ (طارق ۹-۱۰)

”جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی۔ پھر انسان کو نہ تو خود مدافعت کی قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔“

یعنی اس روز انسان کے تمام عقائد وخیالات اور نیت وعزم جو دل میں پوشیدہ تھی دنیا میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا اسی طرح وہ اعمال و افعال جو اس نے چھپ کر کئے دنیا میں کسی کو ان کی خبر نہیں، محشر میں سب کا امتحان لیا جائے گا، یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انسان کے ہر مخفی راز کو کھول دے گا۔ ہر اچھے برے عقیدے اور عمل کی علامت انسان کے چہرے پر بازینت ہو کر یا ظلمت وسیاہی کی صورت میں ظاہر کر دی جائے گی۔ (معارف القرآن نقلاً عن القرطبی)

قرآن کریم نے غفلت شعار لوگوں کو بار بار ان کی حالت زار کا حوالہ دے کر اس دن کی تیاری سے بے فکر ہونے پر متنبہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُھُمْ وَھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنْ رَّبِّھِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْہُ وَ ھُمْ یَلْعَبُوْنَ لَا ھِیَۃً قُلُوْبُھُمْ۔ (انبیاء ۱-۲)

”لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آ پہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں اعراض کئے ہوئے ہیں (اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ آتی ہے (بجائے اس کے کہ ان کو تنبیہ ہوتی) یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ ہنسی کرتے ہیں ان کے دل (اصلاً ادھر) متوجہ نہیں ہوتے۔“

یعنی حساب کتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ سخت غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں، کوئی تیاری قیامت کی جواب دہی کے لئے نہیں کرتے اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی کے ساتھ ٹلا دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ قرآن کی بڑی بیش قیمت نصیحتوں کو محض ایک کھیل تماشہ کی حیثیت سے سنتے ہیں جن

میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین دنیا درست ہو جاتی لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔ (تفسیر عثمانی۔انبیاء)

اس تنبیہ میں مومن و کافر سبھی داخل ہیں کہ دنیا کی خواہشات میں مشغول ہو کر اس حساب کے دن کو نہ بھلائیں کیونکہ اس کو بھلا دینا ہی ساری خرابیوں اور گناہوں کی بنیاد ہے۔ (معارف القرآن)

فقیہ ابواللیث نے نقل کیا ہے کہ جب حضرت لقمان کا انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے صاحبزادہ سے فرمایا کہ بیٹا میں نے تم کو اس مدت زندگی میں بہت سی نصیحتیں کیں اس وقت (آخری وقت ہے) چھ نصیحتیں تم کو کرتا ہوں:

(۱) دنیا میں اپنے آپ کو فقط اتنا ہی مشغول رکھنا جتنی زندگی باقی ہے (اور وہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں)۔

(۲) حق تعالیٰ شانہ کی طرف جتنی تمہیں احتیاج ہے اتنی ہی اس کی عبادت کرنا (اور ظاہر ہے کہ آدمی ہر چیز میں اس کا محتاج ہے)۔

(۳) آخرت کے لئے اس مقدار کے موافق تیاری کرنا جتنی مقدار وہاں قیام کا ارادہ ہو (ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد تو وہاں کے علاوہ کوئی مقام ہی نہیں۔)

(۴) جب تک تمہیں جہنم سے خلاصی کا یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس سے خلاصی کی کوشش کرتے رہنا۔ (ظاہر ہے کہ جب کوئی سنگین مقدمہ میں ماخوذ ہو تو جب تک اس کو مقدمہ خارج ہو جانے کا یقین نہ ہو ہر وقت کوشش میں لگا رہتا ہے)۔

(۵) گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ اور ہمت ہو (کہ گناہوں کی سزا ضابطہ کی چیز ہے اور مراحم خسروانہ کی خبر نہیں)۔

(۶) جب کوئی گناہ کرنا چاہو ایسی جگہ تلاش کر لینا جہاں حق تعالیٰ شانہ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں (کہ خود حاکم کے سامنے اور سی آئی ڈی کے عملے کے سامنے بغاوت کا انجام معلوم ہے)۔ (فضائل صدقات)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے زمانہ خلافت میں اپنی بیوی سے فرمایا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے تمہارے پاس کچھ ہو تو دو تا کہ انگور خرید لائیں۔ اہلیہ محترمہ نے جواب دیا میرے پاس تو کوڑی بھی نہیں ہے میں کہاں سے دوں؟ آپ امیر المومنین ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالیں؟ دل میں انگور کی تمنا لے جانا اس سے بہتر ہے کہ (بیت المال کے پیسے سے انگور کھا کر جس میں ہر مسلمان کا مال ہے) کل دوزخ کی زنجیروں میں جکڑا جاؤں۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

میدان حشر کا منظر

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یقول یحشر الناس یوم القیامة حفاة عراة غرلا قلت یا رسول اللّٰہ النسآء والرجال جمیعا ینظر بعضهم الی بعض قال صلی اللّٰہ علیه وسلم الامر اشد من ان ینظر بعضهم الی بعض . (بخاری و مسلم)

ترجمہ : ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ قیامت کے روز لوگ ایسی حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ننگے پیر، ننگے بدن، ختنہ کے بغیر ہوں گے (جس طرح پیدائش ہوئی تھی اسی طرح دوبارہ اٹھیں گے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ عورت مرد سب ساتھ ہوں گے تو ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ موقع اس سے زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں۔''

حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ سن کر کہ تمام لوگ لباس کے بغیر حشر میں جمع ہوں گے فرمایا ہائے کس قدر رسوائی کا عالم ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ (اپنی اپنی فکر میں) مشغول ہوں گے، میں نے پوچھا کیا چیز انہیں مشغول کئے ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال ناموں کی تقسیم جس میں چیونٹی (کے سر) اور رائی کے برابر بھی اعمال ہوں گے۔ (ترغیب عن الطبرانی)

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا. يُّبَصَّرُوْنَهُمْ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِىْ مِنْ عَذَابِ يَوْمَئِذٍ ۢبِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِىْ تُؤْوِيْهِ وَ مَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ كَلَّا ۔ (معارج ۱۰۔۱۵)

''اور (اس روز) کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجود یہ کہ ایک دوسرے کو دکھائی بھی دیئے جائیں گے (یعنی ایک دوسرے کا حال دیکھے گا مگر کچھ مدد وحمایت نہ کر سکے گا) مجرم (یعنی کافر) اس روز اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ (فدیہ میں دیدینا) اس کو (عذاب سے) بچالے (لیکن) یہ ہرگز نہ ہوگا۔''

ایک جگہ حق تعالیٰ شانہ نے مومنین صادقین کی علامات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۔ (نور ۳۷)

''وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم کر کے رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے (یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید وفروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی، صحابہؓ کی یہی شان تھی) ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں (یعنی باوجود اطاعت وعبادت کے ان کی خشیت کا یہ حال ہے)

آگے ان کے انجام بخیر ہونے کے متعلق یہ خوشخبری سنائی گئی۔"

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَ هُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ

''انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دے گا اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دے گا ایسے ہی لوگوں کو یہ خوشخبری سنائی گئی ہے۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا وَهُمْ فِيْمَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

(انبیاء ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳)

''اور جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے (اور اس کا ظہور ان کے اعمال وافعال میں ہوا) وہ لوگ اس سے (اس قدر) دور رکھے جائیں گے کہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ لوگ اپنی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (قیامت میں زندہ ہونے اور محشر کے ہولناک مناظر دیکھنے کا حال) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

یہ اکرام کا معاملہ اور بشارت ان کے لئے زیادہ خوشی و مسرت کا سبب ہو جائے گا اور اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے ہول اور خوف سے کوئی مستثنیٰ نہیں سب کو پیش آئے گا تو چونکہ نیک بندوں کے لئے اس کا زمانہ بہت قلیل ہوگا اس لئے وہ کالعدم ہے۔ (تفسیر عثمانی۔نور)

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

حضرت ابوسلام حبشیؒ نے بواسطہ ثوبان رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حوض کوثر اتنا بڑا ہے جتنا عدن سے لے کر عمان البلقا (عمان البلقا ایک شہر ہے جو عدن سے بہت زیادہ دور ہے۔۱۲) تک کا فاصلہ ہے اس کا پانی برف سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ اس کے پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد میں ہیں۔ جو کوئی اس میں ایک بار پانی پی لے گا کبھی بھی پیاسا نہ ہوگا۔ سب سے پہلے اس پر وہ مہاجر فقراء آئیں گے جن کے (دنیا میں) بال بکھرے ہوئے اور کپڑے میلے تھے جن کے نکاح میں عمدہ عورتیں نہیں دی جاتی تھیں اور جن کے لئے دروازے نہیں کھولے جاتے تھے۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بہت متفکر ہوئے اور فرمایا (بھلا میں حوض کوثر پر کیسے جاسکوں گا حالانکہ) میرے نکاح میں شہزادی فاطمہ عبدالمالک کی بیٹی ہے اور میرے لئے ہر محفل اور ہر مجلس میں جانے کو دروازے کھولے جاتے ہیں لہذا اب تو یہی کروں گا کہ جب تک بال نہ بکھر جایا کریں گے سر نہ دھویا کروں گا اور جب تک میرے بدن کا کپڑا میلا نہ ہو جایا کرے گا اسے دھویا نہ کروں گا۔ (الترغیب والترہیب)

دُعا کیجئے

☆ یاالٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

☆ یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

☆ یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

☆ یا اللہ ہماری حفاظت فرمائیے اور دنیا وآخرت میں اپنے فضل وکرم کا معاملہ فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

جنت کی نعمتیں

عن ابي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الله تعالىٰ اعددت لعبادى الصالحين ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر على قلب بشر . و اقروا ان شئتم : فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ" (بخاری و مسلم)

ترجمہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فلا تعلم نفس ...... الأية (ترجمہ) "سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے۔"

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سچے بندوں کے لئے جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں قرآن وحدیث ان کے تذکروں سے لبریز ہیں جا بجا مختلف عنوانات سے اس کی خوشخبری دی گئی ہے اور مختلف پیرائے میں مژدے سنائے گئے ہیں چنانچہ اپنے مولیٰ پر جان و مال قربان کر دینے والے بندوں کو ایک جگہ خوشخبری سنائی جاتی ہے:

شہداء کے لئے خوشخبری

"اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں، وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا، توریت اور انجیل اور قرآن میں، اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ، سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی۔"

"اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال کو جو فی الحقیقت اسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے مبیع (خریدی جانے والی شے) قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کی کیفیات کا ظہور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم "مشتری" ہوتے۔

تلطف ونوازش کی حد ہوگئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا جیسا کہ "بالجنة" کے بجائے "بان لهم الجنة" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

نیم جاں بستا ندو صد جاں دہد
آنچہ در ہمت نیا یدآں دہد

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں۔ صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستے میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں، دینے سے بخل نہ کریں، خواہ وہ لیں یا نہ لیں، اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا۔ "يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

اللّٰہ فَیَقْتُلُوْنَ وَ یُقْتَلُوْنَ ''یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہوگیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے۔

ممکن ہے کسی کو وسوسہ گزرتا ہو کہ معاملہ تو بے شک بہت سود مند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملتا اس کا جواب دیا وَعْداً عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْآنِ یعنی زر ثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول راست باز اور وعدے کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجے پختہ اور بہتر ہوگا۔ پھر مؤمنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کون سا موقع ہوگا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بیع فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہ ''یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔''

حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مومنین کے زمرے میں محشور فرمائے۔ آمین۔ (تفسیر عثمانی۔ توبہ)

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ سنو! یہ کیسی نفع کی تجارت ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر مؤمن کے لئے کھول دی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں مال بخشا ہے تم اس میں سے تھوڑا سا خرچ کر کے جنت کما لو۔

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدینؒ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ محلّہ والے آگ بجھانے کو دوڑے۔ بڑا شور و غل ہوا مگر آپ نماز ہی پڑھتے رہے۔ فراغت کے بعد جب لوگوں نے پورا حال عرض کیا تو فرمایا: ''آخرت کی آگ کی فکر نے مجھے دنیا کی آگ سے غافل رکھا''۔

۲- ایک شخص نے حضرت امام زین العابدینؒ کو گالی دی۔ آپ نے اس سے فرمایا اے بھائی میرے اور دوزخ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ (یعنی پل صراط) اگر میں اس سے گزر گیا تو تیرا برا کہنے کی مجھے پروا نہیں ہے اور اگر میں اس سے نہ گزرا اور دوزخ میں گر گیا تو جس قدر مجھے برا کہا ہے اس سے زیادہ برا ہوں۔

۳- علی بن معبدؒ نے (جو محدث تھے) بیان فرمایا کہ میں کرائے کے مکان میں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ میں نے ایک تحریر لکھی جس کے خشک کرنے کے لئے مٹی کی ضرورت ہوئی۔ اس مکان کی کچی دیوار تھی مجھے خیال آیا کہ ذرا سی مٹی اس دیوار سے کھرچ کر اس تحریر پر ڈال دوں۔ پھر خیال آیا کہ کرائے کا مکان ہے رہنا تو درست ہے مگر مٹی تحریر پر ڈالنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ ذرا سی مٹی میں کیا مضائقہ ہے لہٰذا میں نے ذرا سی مٹی کھرچ کر تحریر پر ڈال دی۔ رات کو خواب دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ ''کل قیامت کے روز اس کہنے کا پتہ چلے گا کہ ذرا سی مٹی لینے میں کیا حرج ہے۔''

دُعا کیجئے

یا الہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

حضور ﷺ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جامع وصیت

عن معاذ رضی اللّٰہ عنه قال اخذ بیدی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰه و صدق الحدیث. و وفاء العھد و اداء الامانة و ترک الخیانة. ورحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقه فی القرآن وحب الاٰخرة والجزع من الحساب و قصر الامل و حسن العمال و انھاک ان تشتم مسلما و اتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰه عند کل شجر و حجر واحدث لکل ذنب توبة. السر بالسر والعلانیة بالعلانیة .(رواہ البیھقی فی الزھد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے چند اہم نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

پہلی نصیحت اللہ سے ڈرنا یعنی تقویٰ اختیار کرنا

تقویٰ کی اصل حقیقت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوئے پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کی پکڑ اور آخرت کے عذاب اور مؤاخذے سے ڈرتے ہوئے فکر اور احتیاط کے ساتھ زندگی گزارے۔

دوسری نصیحت بولنے میں سچائی اختیار کرنا

یعنی زبان سے غلط اور خلاف واقعہ بات نہ کہی جائے اور سچ بولا جائے اور صدق وصداقت کا اعلیٰ درجہ وہ ہے جس میں زبان کے ساتھ دل کی سچائی اور عمل کی سچائی بھی شامل ہو۔

حدیث نمبر 3 کے تحت یہ بیان کیا جا چکا کہ ''دل کی سچائی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا نفاق اور کوئی دغا فریب نہ ہو اور عمل کی سچائی یہ ہے کہ جو عقیدہ اور قول ہو وہی عمل بھی ہو اور ظاہر و باطن میں پوری یکسانیت ہو، جن بندوں کا یہ حال ہے وہی قرآن (وحدیث) کی اصطلاح میں ''صادق'' ہیں اور اگر اس صفت میں کامل ہوں تو ''صدیق'' ہیں۔

تیسری نصیحت وفائے عہد

عہد کا پورا کرنا بھی دراصل صدق اور سچائی ہی کی ایک خاص شکل ہے مگر قرآن وحدیث میں اس کا مطالبہ وفائے عہد اور وفائے عقد کے مستقل عنوان سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۔ (مائدہ) ''ایمان والو! تمہارے جو معاہدے اور جو معاملے ہیں ان کو پورا کرو۔''

لفظ عہد ان تمام معاملات و معاہدات کو شامل ہے جن کا زبان سے التزام کیا جائے یعنی اس کی ذمہ داری لی جائے خواہ اس پر قسم کھائے یا نہ کھائے، خواہ وہ کسی کام کے کرنے سے متعلق ہو یا نہ کرنے سے متعلق ہو۔ کسی سے معاہدہ کرنے کے بعد عہد شکنی کرنا بڑا گناہ ہے مگر اس کے توڑنے پر کوئی کفارہ مقرر نہیں، بلکہ آخرت کا عذاب ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز عہد شکنی کرنے والے کی پشت پر ایک جھنڈا نصب کر دیا جائے گا جو میدان حشر میں اس کی رسوائی کا سبب بنے گا۔ (معارف القرآن ۔ ۳۹۵/۵)

چوتھی اور پانچویں نصیحت
ادائے امانت اور ترک خیانت

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''امانت بھی دراصل سچائی اور راست بازی ہی کی ایک خاص شکل ہے۔ اردو محاورہ میں تو اس کا مطلب صرف اتنا ہی سمجھا جاتا ہے کہ کسی نے جو چیز کسی کے پاس رکھ دی ہو اس میں کوئی خیانت اور کوئی بددیانتی نہ کی جائے اور اس شخص کے مطالبہ پر یوں ہی وہ جوں کی توں واپس کر دی جائے اور یہ بھی بلاشبہ ایک اخلاقی نیکی ہے لیکن عربی زبان اور خاص قرآنی محاورہ میں امانت کا مفہوم اس سے بھی بہت زیادہ وسیع ہے اور تمام حقوق و فرائض کا دیانت داری کے ساتھ ادا کرنا اور ہر قابل لحاظ بات کا لحاظ رکھنا اس میں داخل ہے۔''

یتیم پر رحم کھانا

چھٹی نصیحت یتیم پر رحم کھانا ہے۔ یتیم پر رحم کھانے، اس پر شفقت کرنے اور اس کا خیال رکھنے کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے اور ایسا کرنے والے کے لئے بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا خواہ وہ یتیم اس کا عزیز ہو یا کوئی غیر ہو۔ جنت میں اس طرح (ساتھ) ہوں گے پھر آپ نے شہادت اور درمیانی انگلی سے اشارہ فرمایا اور دونوں انگلیوں کے درمیان ذرا سا فرق رکھا۔ (مشکوٰۃ)

نیز قرآن پاک میں بھی جا بجا یتیموں کے ساتھ حسن سلوک اور مہربانی سے پیش آنے کی تاکید و ترغیب آئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ (فجر ۱۷)

''ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی کچھ قدر (اور خاطر) نہیں کرتے۔''

اس میں اصل بتلانا تو یہ ہے کہ یتیم کے حقوق ادا نہیں کرتے اس پر ضروری خرچ نہیں کرتے، لیکن اسکی تعبیر اکرام کے عنوان سے کی گئی، جس میں اشارہ ہے کہ عقل و انسانیت کا اور اللہ نے جو مال تمہیں دیا ہے اس کے شکر کا تقاضا تو یہ ہے کہ تم یتیم کو فقط یہی نہیں کہ اس کا حق دو اور اس پر خرچ کرو بلکہ واجب ہے کہ اس کا اکرام کرو، اپنے بچے کے مقابلے میں اس کو ذلیل اور حقیر نہ جانو۔ (معارف القرآن ۔ ۷۴۲/۸)

جب یہ مطالبہ کفار سے ہے تو ظاہر ہے کہ مؤمنین جو مکارم اخلاق سے متصف ہیں انہیں اس بات کا خیال رکھنا کس قدر ضروری ہے۔ بقیہ آئندہ درس میں

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

پڑوسی کا خیال

عن معاذ رضی اللّٰہ عنه قال اخذ بیدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰہ و صدق الحدیث. و وفاء العهد واداء الامانة و ترک الخیانة. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقه فی القرآن وحب الأخرة والجزع من الحساب و قصر الامل و حسن العمال و انهاک ان تشتم مسلما و اتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا و ان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰہ عند کل شجر و حجر واحدث لکل ذنب توبة. السر بالسر والعلانیة بالعلانیة. (رواه البیهقی فی الزهد کذافی الترغیب ۴/۱۰۵)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

ساتویں نصیحت پڑوسی کا خیال رکھنا۔ قرآن وسنت میں اس کے متعلق بھی بڑی تاکید آئی ہے۔ بخاری میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ: ''خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، خدا کی قسم اس کا ایمان نہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں۔''

غصہ پی جانا یعنی حلم ودرگزر سے کام لینا

آٹھویں نصیحت ''غصہ پی جانا'' صحیحین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''زورآوری یہ نہیں کہ آدمی کسی کو پچھاڑ دے بلکہ زورآور وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔''

مسند احمد میں بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ: ''خدا کے نزدیک بندے کا کوئی گھونٹ ایسا پسندیدہ نہیں جیسا کہ وہ گھونٹ ہے جو محض اللہ کے لئے غصے کو پینے کے وقت لیا جائے۔''

حسنِ تکلم (نرم گفتاری)

نویں نصیحت کلام میں نرمی اختیار کرنا۔ بول چال میں خوش روئی، لطافت، مہربانی جیسی صفات پیدا کرنا محبوب ومطلوب

ہے۔ اس کے خلاف بے رخی ترش روئی روکھا پن اور خواہ مخواہ رعب ودبدبہ کا مظاہرہ کرنا مذموم ومعیوب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اچھائی میں سے کسی شے کو چھوٹا (اور معمولی) مت سمجھا کرو اگر چہ تم اپنے بھائی سے کشادہ روئی سے ملو۔ (مسلم)

سلام کو رواج دینا

دسویں نصیحت ''سلام دعا کرنا'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک کامل مومن نہ بن جاؤ اور تمہارا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا جب تک آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو میں تم کو ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کر لو تو تمہاری آپس میں محبت قائم ہو جائے گی وہ یہ کہ آپس میں سلام کو عام کرو۔ یعنی ہر مسلمان کے لئے خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ (مسلم)

حق پرست حاکم کی اطاعت

گیارہویں نصیحت امام عادل (یعنی وہ مسلمان بادشاہ جو رعایا پروری میں عدل وانصاف پر قائم ہو اُس) کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا اور اس کے خلاف فتنہ اور بغاوت نہ کرنا۔

بارہویں نصیحت ''قرآن کریم میں تَفَقُّہ حاصل کرنا''

یعنی آیات قرآنی اور ارشادات ربانی کے فہم وتدبر کی کوشش کرنا اس کے اسرار ومعانی تک پہنچنے کی جستجو رکھنا اس کی تلاوت کی کثرت رکھنا۔

آخرت کی محبت

تیرھویں نصیحت ''آخرت کو محبوب رکھنا'' جس کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے حصول کے لئے اپنی ساری توانائی خرچ کی جائے۔

آج دنیا سے محبت رکھنے والا دنیاوی منفعت اور اونچی تعلیم، اچھی ملازمت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دیتا ہے اور آئندہ کی محتمل کامیابی (کہ موت و حیات کا کیا ٹھکانا) اور خیالی روشن مستقبل (کہ رزق میں وسعت وتنگی بھی قسمت کے تابع ہے) کا تصور لئے ہر صعوبت برداشت کرتا چلا جاتا ہے اور یہ سب کچھ محض اس حیات فانی اور اس کی عارضی خوشحالی کے لئے ہے۔

حساب آخرت کا ڈر

چودہویں نصیحت ''حساب سے ڈرتے رہنا'' مومنین کاملین کی صفات بیان کرتے ہوئے قرآن کریم نے ان کا ایک وصف یہ بھی بیان فرمایا ہے: وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۔ (رعد آیت ۲۱) ''اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔''

امیدوں کا کم کرنا

پندرہویں نصیحت ''امیدوں کا کم کرنا'' ہے۔ حدیث نمبر 13 میں اس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

حسنِ عمل یا عمل صالح

سولہویں نصیحت حسنِ عمل یا بالفاظ دیگر اعمال صالحہ والی زندگی اختیار کرنا حق تعالیٰ شانہ نے انسانی زندگی کا مقصد حُسنِ عمل ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا گیا ہے:

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً۔ (ملک۔۲)

جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔

یعنی موت وحیات کا یہ سارا سلسلہ اس لئے ہے کہ تمہارے اعمال کی

جانچ کرے کہ کون برے کام کرتا ہے اور کون اچھے سے اچھے۔

بدزبانی اور گالم گلوچ سے اجتناب

سترھویں نصیحت ''کسی مسلمان کو سب و شتم نہ کرنا'' کسی مسلمان کو تکلیف دینا اور اس کی ایذا کا سبب بننا بہت بڑا گناہ ہے، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔ (ترمذی ونسائی)

نیز ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم)

سچی گواہی اور حق کی طرف داری

اٹھارہویں اور انیسویں نصیحت ''جھوٹے کو سچا یا سچے کو جھوٹا نہ ٹھہرانا''، یعنی آدمی کو ہمیشہ حق بات کہنی چاہئے اور حق کا ساتھ دینا چاہئے۔

حکومت کے خلاف بغاوت سے احتراز

بیسویں اور اکیسویں نصیحت کسی عادل بادشاہ کی نافرمانی نہ کرنا اور زمین میں فساد نہ پھیلانا، ابھی گیارہویں نصیحت میں اطاعت امام کا حکم ارشاد ہوا تھا، یہاں بطور تاکید اس کے منفی پہلو کو سامنے لایا گیا، امام عادل (اور رعایا پرور اسلامی حکومت) کی مخالفت اور اس کے خلاف بغاوت وغیرہ سے جس قدر فتنہ وفساد برپا ہوتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ بقیہ آئندہ درس میں

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱۔ حضرت میمون بن مہرانؒ ایک مرتبہ نماز کے لئے مسجد تشریف لے گئے تو دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے۔ فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا جماعت کی نماز مجھ عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

۲۔ حضرت سری سقطیؒ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت جرجانیؒ کو دیکھا کہ روٹی کھانا چھوڑ رکھا ہے اور صرف ستو گھول کر پی لیتے ہیں چالیس سال سے ان کا یہی طرز عمل ہے۔ میں نے سوال کیا آپ نے یہ طریقہ کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ فرمایا ''اس وجہ سے میں نے لقمہ چبانے اور ستو پی لینے کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ہر لقمہ پر ستر ستر مرتبہ سبحان اللہ ناغہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا میں اپنی آخرت کا کیوں خرچ کروں۔

اسی کے قریب قریب حضرت داؤد طائیؒ کا قصہ نقل کیا ہے کہ روٹی کو پانی میں بھگو کر کھایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جتنا وقت لقمہ چبانے میں خرچ ہوتا ہے اتنی دیر میں پچاس آیات پڑھ لیتا ہوں اس لئے اپنا وقت لقمہ چبانے میں خرچ نہیں کرنا چاہتا۔

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا وآخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

ذکراللہ کی تاکید

عن معاذ رضی اللّٰہ عنہ قال اخذ بیدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰہ و صدق الحدیث. و وفاء العھد و اداء الامانۃ و ترک الخیانۃ. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقہ فی القرآن وحب الاٰخرۃ والجزع من الحساب و قصر الامل وحسن العمال وانھاک ان تشتم مسلما واتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰہ عند کل شجر وحجر واحدث لکل ذنب توبۃ. السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ .(رواہ البیہقی فی الزھد کذافی الترغیب ۴/۱۰۵)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

آخر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو دوبارہ مخاطب کر کے دو اہم نصیحتیں فرمائیں ۔ ایک تو یہ کہ ہر درخت اور ہر پتھر کے قریب اللہ کا ذکر کرو۔ یعنی ہر لمحہ اور ہر جگہ ذکر اللہ کی کثرت کیا کرو، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے اعمال و فرائض و واجبات تو بہت ہیں آپ مجھے کوئی ایسی مختصر جامع بات بتلادیں کہ میں اس کو مضبوطی سے اختیار کرلوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہنی چاہئے''۔ (ابن کثیر عن احمد)

توبہ کی تاکید

دوسری اہم نصیحت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمائی وہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے لئے نئے سرے سے توبہ کرو، پہلے جتنی مرتبہ توبہ کی ہے اس کا ثواب اور برکات اور اس کے ذریعے گذشتہ گناہوں کی معافی کا فائدہ جو حاصل ہو چکا ہے وہ اپنی جگہ ہے لیکن جب بھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً توبہ کر لے، توبہ میں دیر نہ لگائے، یہ نہ سمجھے کہ پھر توبہ کرلیں گے پھر کا پتہ کیا ہے۔ اس لئے جیسے ہی

گناہ ہوتو توبہ کی تجدید کرو، یعنی نئے سرے سے پھر توبہ کرو، نفس اور شیطان کہیں گے کہ پھر توبہ کر لینا۔ ان کی بات نہ مانے۔

توبہ قبول کرنیوالے کی شان رحمت ومغفرت

بہت سے گنہگار ایسے ہوتے ہیں جو اپنے گناہوں کی کثرت کو دیکھتے ہوئے اپنی بخشش سے اور اپنی توبہ قبول ہونے سے مایوس ہونے کی بناء پر توبہ نہیں کرتے اور اس کا سبب اللہ تعالیٰ کی شان رحمت و بخشش سے ناواقف اور انجام ہونا ہے۔ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انہوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا جو قہر وغضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل کام ہے گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور جس کے پاس گنہگار اور خطا کار بندوں کے لئے بس لعنت ہی لعنت ہے اور غضب ہی غضب ہے اور عذاب ہی عذاب ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے، انہوں اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور اپنی جہالت سے انہوں نے سمجھا کہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطا کاروں اور گنہگاروں پر وہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کرسکتا، اس لئے اللہ کی طرف سے تو وہ بالکل ناامید ہو گئے اور شیطان نے ان کے کان میں پھونکا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے اور ان میں اللہ کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے اور انہیں راضی کرنا اللہ کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ اس لئے ان کے دامنوں میں تم جیسے گنہگاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے اور ان سے تعلق جوڑنے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچا جا سکتا ہے۔

بس اسی کو انہوں نے آسان سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے ناامید ہو کر شیطان کی بتلائی ہوئی ان ہستیوں کی تعظیم وعبادت اور ان کے نام کی نذر و نیاز اس امید پر کرنے لگے۔ کہ ان کی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اور ان کی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے، اللہ تعالیٰ کی گرفت اور اس کے عذاب سے بھی ان کا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے انتہا وسعت اور اس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔

اسی لئے قرآن مجید میں جو اس دنیا کے لئے آخری ہدایت نامہ ہے اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے۔ اور بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمت ورافت اور بخشش وغفاریت اور مخلوق کے ساتھ اس کی عنایت ومحبت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو غفورٌ الرَّحِیم، رَءُوفٌ الرَّحِیمٌ، تَوَّابٌ الرَّحِیمٌ، خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ، اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ، کی صفت سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ''بسم اللہ'' جو قرآن مجید کا سرنامہ ہے اس میں صفت کی رحمت ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفت ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے۔ فرمایا گیا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم '' اس اجمالی بیان کے بعد چند آیتوں پر ذرا تفصیلی نظر بھی ڈال لیجئے۔

ایک جگہ یہ فرمانے کے بعد کہ قیامت کے دن ہر شخص کے

اچھے برے اعمال کا انجام اس کے سامنے آنے والا ہے اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجہ عمل سے سخت ہراساں ہوگا۔ ارشاد فرمایا:

"وَ یُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ"

(آل عمران ۳۰)

"اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے (مؤاخذہ) سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔"

گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مؤاخذے سے اور قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کا تقاضا ہے، جس طرح کہ مشفق ماں باپ اپنی اولاد کو برے کاموں کی بدانجامی سے ڈراتے ہیں اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔

ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے برے عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَرَبُّکَ الْغَنِیُّ ذُوالرَّحْمَۃِ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَ یَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ۔ (انعام ۱۳۳)

"اور تمہارا پروردگار سب سے بے نیاز ہے (اسے کسی کی پرواہ نہیں اور کسی سے اس کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہاں) رحمت اور مہربانی اس کی خاص صفت (اور اسی رحمت کا صدقہ ہے) کہ تم اپنی بدکاریوں کے باوجود زندہ ہو ورنہ اس میں یہ قدرت ہے کہ) اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر کے تمہارے بعد جسے چاہے تمہاری جگہ دنیا میں آباد کرے۔"

ایک جگہ ارشاد فرمایا: کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ (انعام ۱۲)

"اللہ تعالیٰ نے لازم کرلی ہے اپنے پر رحمت اور مہربانی (اس لئے وہ مجرموں کو یہاں سزا نہیں دیتا بلکہ اس نے پوری زندگی سب کو مہلت دے رکھی ہے تاکہ جو چاہے معافی مانگ کے اور اپنے کو درست کر کے عذاب سے بچ سکے) اس نے مقرر کیا ہے کہ (انصاف اور جزا کے لئے) تم سب کو قیامت کے دن جوڑے گا (اور اس دن ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ مل جائے گا۔ یہ بالکل یقینی اور اٹل بات ہے) اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں۔"

سبحان اللہ اس آیت کا پہلا جملہ "کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ" اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے اوپر لازم اور مقرر کرلیا ہے۔ ہم بندوں کے لئے کتنے اطمینان اور کیسی امیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے ایسے رحمت والے پروردگار سے ناامیدی اگر کفر نہیں تو کیا ہے؟

اسی سورۂ انعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا ہے:

وَاِذَا جَآءَکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ اَنَّہٗ مَنْ عَمِلَ مِنْکُمْ سُوْٓءًا بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِہٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّہٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (انعام ۵۴)

"اور جب تمہارے پاس ہمارے وہ بندے آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو اے پیغمبر! تم (شفقت اور محبت سے ان کا استقبال کرو اور) کہو تم پر سلام (اور انہیں خوشخبری سناؤ کہ) تمہارے پروردگار نے اپنے پر رحمت و مہربانی کو لازم کرلیا ہے (اس لئے تمہیں مطمئن رہنا چاہئے کہ) تم میں سے جس نے نادانی سے کوئی برا عمل کیا پھر اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی تو بلاشبہ تمہارا رب بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

یقیناً بڑا شقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم رہے جو اپنے پیغمبر رحمت عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے خطا کار اور گنہگار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیام دلاتا ہے کہ: "اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو اور نہ بھاگو اس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے، اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں تو توبہ کر لو اور اپنی حالت ٹھیک کر لو، میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں۔"

ایک جگہ فرمایا: وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ (شوریٰ ۲۵)

"اور وہی ہے جس کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے گنہگار بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور خطا کاروں سے درگزر کرتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سب کو پوری طرح جانتا ہے۔"

اور سورہ نسآء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطا کار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

وَالَّذَانِ يَاْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ (نسآء ۱۶)

"اور جو تم میں سے اس بدفعلی کا ارتکاب کریں تو ان کو سزا دو، پھر اگر وہ اس فعل حرام سے تائب ہو جائیں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان سے تعرض نہ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا اور بڑی رحمت والا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے لیکن اگر وہ اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں تو پھر ان سے کچھ نہ کہا جائے۔ کیونکہ انہوں نے دراصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کر دینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

اور اسی سورۂ نساء میں آگے ایک جگہ فرمایا ہے اور ہر قسم کے گنہگاروں اور خطا کاروں کو مژدہ سنایا ہے:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (نسآء ۱۱۰)

"اور جو کوئی کسی قسم کا گناہ کرے اور اللہ کی نافرمانی کر کے اپنی جان پر ظلم کرے پھر وہ (پچھتائے اور) اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو پاوے گا وہ اللہ تعالیٰ کو بڑا بخشنے والا، بڑا شفیق و مہربان۔"

اور سورہ زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطا کار بندوں ہی کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انہیں پکارا گیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیاہ کار اور عمر بھر کا سخت پاپی بھی اگر دل کے کانوں سے ان کو سن لے تو بے تحاشا اللہ کے در رحمت کی طرف دوڑ پڑے، اپنے رسول رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطا کار بندوں کو میری طرف سے یہ پیام دو:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ وَ اَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ. (زمر ۵۳، ۵۴)

اے میرے وہ بندو! جنہوں نے گناہ کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (اور اپنے ہاتھوں اپنے کو تباہ و برباد کیا ہے) تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ حق یہ ہے کہ وہ بہت بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے اور اب بھی رجوع ہو جاؤ اور رخ کر لو اپنے اس غفور رحیم پروردگار کی طرف اور اس کا حکم ماننے لگو قبل اس کے کہ تمہارے گناہوں کا وبال اور عذاب تمہیں آ پکڑے اور پھر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے اور کوئی تم کو بچا نہ سکے۔" (قرآن آپ سے کیا کہتا ہے ص ۳۹، ۴۵ بتغیر)

مولانا عثمانی اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ "یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اورعفوو درگزر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے جو سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے۔ مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو آیت ہذا سننے کے بعد خدا کی رحمت سے بالکلیہ مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے، کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ پھر بندہ مایوس کیوں ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی ہے کہ کفر و شرک کا جرم بدوں توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔" (تفسیر عثمانی۔ زمر)

اس بارگاہ عفو و کرم کی طرف سے تو غضب کے ماروں (یہود) اور پرلے درجے کے گمراہوں (نصاریٰ) کو بھی اپنی سرکشی و گمراہی سے باز آ کر کریم آقا کے جوار رحمت میں پناہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے۔

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (مائدہ ۷۴)

"کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ (جب کوئی توبہ کرتا ہے تو) بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔"

یہ اسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے ایسے باغی اور گستاخ مجرم (یہود و نصاریٰ) بھی جب شرمندہ ہو کر اور اصلاح کا عزم کر کے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف کر دیتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ مائدہ)

نیز اس کی شان کریمی ملاحظہ ہو:

اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ۔ (بروج ۱۰)

"بیشک جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔"

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس جود و کرم کو دیکھو کہ ان لوگوں نے اولیاء اللہ یعنی اس کے مقرب بندوں کو زندہ جلا کر ان کا تماشا دیکھا، مگر حق تعالیٰ شانہ اس پر بھی انہیں توبہ اور مغفرت کی دعوت دے رہے ہیں۔ (ابن کثیر ۴/۴۳۰)

مزید آگے ارشاد ہے: وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ (بروج ۱۴)

"اور وہی ہے بڑا بخشنے والا اور بڑی محبت کرنے والا"

یعنی اس کی بخشش اور محبت کی بھی کوئی حد نہیں، وہ اپنے فرمانبردار بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے، ان کے عیب چھپاتا ہے اور طرح طرح کے لطف و کرم اور عنایت و شفقت سے نوازتا ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ بروج)

مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں ودود کو غفور کے ساتھ ذکر کرنے میں ایک لطیف سرّ ہے وہ یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے کہ گنہگار لوگ جب سچی توبہ کر کے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں تو یہی نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے، بلکہ وہ انہیں اپنا محبوب بھی بنا لیتا ہے اور بعض لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ یہ لوگ بخشے تو جائیں گے مگر اپنے مولا کی محبت سے محروم رہ جائیں گے، ایسا ہرگز نہیں، حق تعالیٰ شانہ تو اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتے ہیں جس کی سواری کہ جس پر اس کا سارا سامان کھانا پانی ہو اور وہ کسی ویرانے میں کھو جائے اور وہ بھوکا پیاسا کسی درخت کے سائے میں لیٹ کر موت کا انتظار کر رہا ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے سامنے آ موجود ہو اور وہ اس کی لگام تھام لے، تو

جس قدر یہ شخص اپنی سواری مل جانے پر خوش ہوتا ہے اس سے زیادہ حق تعالیٰ شانہ اپنے بندے کی توبہ سے خوش ہوتے ہیں۔
پس اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں تمام تعریفیں اور اسی سے ہیں نیک تمنائیں کیا ہی عظیم الشان اس کی مہربانیاں ہیں اور کتنی زیادہ اس کی عنایتیں اور کس قدر بے نہایت اس کے احسانات ہیں اور کس قدر وسیع اس کا فضل و کرم ہے۔ (تفسیر سعدی۔سورہ بروج)

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم وبحمدہ
استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ .
رب ادخلنی برحمتک فی عبادک الصالحین

آخرت کی فکر پیدا کرنے والے واقعات

۱- حضرت امام ابوحنیفہؒ ایک مرتبہ ساری رات سورۂ یٰسین کی آیت وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز مجرموں کو حکم ہوگا کہ آج تم نیکوں سے الگ ہو جاؤ تمہارا مقام اور ہے اور نیکوں کا مقام اور ہے درحقیقت اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جائے تھوڑا ہے۔ کیونکہ ہم میں سے یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس کا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔

۲- حضرت امام زین العابدین بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے اور روزانہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے تھے۔ سفر و حضر میں کبھی آپ کی تہجد کا ناغہ نہیں ہوا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے فکر کرتے ہیں مگر ہمیشہ رہنے والے گھر کا ایک کو فکر نہیں۔ جب وضو کرنے لگتے تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا اور نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن لرزنے لگتا تھا کسی نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا "تمہیں خبر نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں۔"

دُعا کیجئے

☆ یاالٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔
☆ یااللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔
☆ یااللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔
☆ یااللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔ آمین یارب العالمین

اہل ایمان کوتوبہ کی خصوصی ہدایت

عن معاذ رضی اللّٰہ عنہ قال اخذ بیدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فمشیٰ قلیلا ثم قال یا معاذ وصیک بتقوی اللّٰہ و صدق الحدیث. و وفاء العھد و اداء الامانۃ و ترک الخیانۃ. و رحم الیتیم، و حفظ الجوار، و کظم الغیظ و لین الکلام و بذل السلام و لزوم الامام و التفقہ فی القرآن وحب الأخرۃ والجزع من الحساب و قصر الامل وحسن العمال وانھاک ان تشتم مسلما واتصدق کاذباً او تکذب صادقا او تعصی اماما عاد لا وان تفسد فی الارض. یا معاذ اذکر اللّٰہ عند کل شجر وحجر واحدث لکل ذنب توبۃ. السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ. (رواہ البیھقی فی الزھد کذافی الترغیب ۱۰۵/۴)

ترجمہ: ''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور تشریف لے چلے پھر ارشاد فرمایا اے معاذ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور بولنے میں سچائی اختیار کرنا اور عہد پورا کرنا اور امانت ادا کرنا اور خیانت نہ کرنا اور یتیم پر رحم کھانا اور پڑوسی کا خیال رکھنا اور غصہ پی جانا اور گفتگو میں نرمی اختیار کرنا اور سلام کثرت سے کرنا اور امام (بادشاہ وقت کی اطاعت) کو لازم پکڑے رہنا اور قرآن میں تَفَقُّہ سمجھ پیدا کرنا اور آخرت سے محبت رکھنا اور حساب (آخرت کے خوف) سے بے چین رہنا اور امیدوں کو کم کرنا اور نیک عمل کرتے رہنا اور میں تمہیں منع کرتا ہوں اس سے کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو یا کسی سچے کو جھوٹا یا کسی جھوٹے کو سچا ٹھہراؤ یا انصاف پرور بادشاہ کی نافرمانی کرو۔ اور زمین میں فساد برپا کرو۔ اے معاذ! اللہ کا ذکر ہر شجر و حجر کے پاس کیا کرو اور ہر گناہ کے لئے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ طور پر اور اعلانیہ گناہ کی توبہ علانیہ طور پر۔''

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے تمام مومن بندوں کو خصوصی خطاب فرما کر توبہ کی تاکید فرمائی ہے اور اس پر فلاح دارین کا وعدہ فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعاً اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (نور ۳۱)

''اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔''

یعنی پہلے جو حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ اس میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ (تفسیر عثمانی۔ نور)

''یعنی (دونوں جہان کی) کامیابی کا دارومدار سچی توبہ پر ہے۔ اور توبہ نام ہے ہر اس چیز کو ظاہراً و باطناً چھوڑ دینے کا جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور مذموم ہے اور ہر اس چیز کے ظاہراً و باطناً اختیار کر لینے کا جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں پسندیدہ اور محبوب ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر مومن توبہ کا محتاج ہے (کوئی بھی اس سے مستثنیٰ اور مستغنی نہیں) کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کا یہ خطاب کل اہل ایمان سے ہے۔

نیز ''توبوا الی اللہ'' سے اس طرف اشارہ ہے کہ توبہ کے اندر صفت ''اخلاص'' ہونی چاہیے کہ توبہ محض اپنے پروردگار کی خوشنودی کے لئے ہو۔ کوئی اور غرض فاسد مثلاً دنیاوی آفات اور لوگوں کے شر سے بچنے یا کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنے کے لئے نہ ہو اور نہ ریا و سُمعہ وغیرہ اس میں شامل ہو۔ (تفسیر سعدی۔ سورہ نور)

نیز ایک جگہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے مومن بندوں کو سچی پکی توبہ کے لئے اس طرح پکارا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ . نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (تحریم ۸)

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو (یعنی دل میں گناہ پر کامل ندامت ہو اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا پختہ قصد ہو اس میں تمام احکام دین فرائض و واجبات بھی داخل ہو گئے کہ ان کا چھوڑنا گناہ ہے اور تمام محرمات و مکروہات بھی آ گئے کہ ان کا کرنا گناہ ہے) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن اللہ نبی (ﷺ) کو اور جو مسلمان (ایمان اور دین کی رو سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوا نہ کرے گا۔ ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (اور وہ) یوں دعا کرتے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمارے اس نور کو اخیر تک رکھئے (بجھنے نہ دیجئے، جیسے منافقین کی نسبت سورہ حدید میں بیان ہوا کہ روشنی بجھ جائے گی اور وہ اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے، آپ تو ہر چیز پر قادر ہیں (حق تعالیٰ شانہ ان کی دعا قبول فرمائیں گے اور نبی کا تو کہنا کیا ان کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہ کیا جائے گا۔ بلکہ حق تعالیٰ شانہ انہیں نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ فضل و شرف کے بلند مناصب پر سرفراز فرمائے گا)۔''

توبہ نصوح کسے کہتے ہیں

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ''توبہ نصوح'' یہ ہے کہ آدمی اپنے گذشتہ عمل پر نادم ہو اور پھر اس کی طرف نہ لوٹنے کا پختہ ارادہ و عزم رکھتا ہو۔

اور کلبی نے فرمایا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ زبان سے استغفار کرے اور دل میں نادم ہو اور اپنے بدن اور اعضاء کو آئندہ گناہوں سے روکے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا گیا کہ توبہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جن میں چھ چیزیں جمع ہوں۔

(۱) گذشتہ برے عمل پر ندامت۔
(۲) جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوٹے ہیں ان کی قضا۔
(۳) کسی کا مال ظلماً لیا تھا تو اس کی واپسی۔
(۴) کسی کو ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچائی تھی تو اس سے معافی۔
(۵) آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم و ارادہ۔
(۶) یہ کہ جس طرح اس نے نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھا ہے اب وہ طاعت کرتے ہوئے دیکھے۔

(معارف القرآن ۸/۵۰۶)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''توبہ نصوح'' صاف دل کی توبہ یہ ہے کہ دل میں پھر اس گناہ کا خیال نہ رہے، اگر توبہ کے بعد ان ہی خرافات کا خیال پھر آیا تو سمجھو کہ توبہ میں کچھ کسر رہ گئی ہے اور گناہ کی جڑ دل سے نہیں نکلی۔ (تفسیر عثمانی۔ تحریم)

اور مفسر سعدیؒ فرماتے ہیں '' توبہ نصوح '' بندے کی اپنے سارے گناہوں سے ایسی کامل توبہ ہے جو وہ سچے دل سے اپنے مولا سے اس کی رضا اور تقرب کے حصول کے لئے ایک عہد و پیمان کے طور پر کرتا ہے اور اس پر جما رہتا ہے۔

اے اللہ! ہمیں بھی توبہ نصوح کی توفیق نصیب فرما اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

دعائے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر یہ دعا فرماتے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بخاری) '' اے ہمارے رب ہمیں دونوں جہاں میں بھلائی نصیب فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا ''۔ کبھی نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا (احمد) '' الٰہی ہمارا حساب آسان فرما۔''

آخری دعاء جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر تھی وہ یہ تھی **اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلی** '' الٰہی! میری مغفرت فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ سے ملا دے۔'' (بخاری)

غور کی بات ہے کہ اللہ کے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں مانگتے رہے، آخرت میں حسابِ یسیر کی درخواست کرتے رہے۔ اور وقتِ رحلت بھی آپ کی زبان مبارک پر '' **اللھم اغفرلی** '' ہے۔ اس طرح ہمارے آقا، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ عملی تعلیم دی کہ دنیا میں رہنے اور یہاں سے چلتے چلاتے بھی ایک مومن کو کیا فکر لاحق ہونی چاہئے، اللہ کا محبوب بھی ہمہ وقت اپنے مولا کی رحمت کا طلب گار، ہر لمحہ اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہوا اس کی رضا کا خواستگار ہے۔ ایک ہم ہیں کہ سراپا گنہگار، ہر لمحہ غفلت کا شکار ہوتے ہوئے بھی آخرت کی فکر سے مطمئن! یہ اللہ تعالیٰ سے نیک امیدی نہیں! بلکہ یہ شیطانی دھوکہ اور نفسانی فریب ہے زبان رسالت میں اسے احمقانہ فعل اور نکما پن سے تعبیر کیا گیا ہے۔''

وَالعاجز من اتبع نفسه هواها و تمنی علی الله '' ہمیں چاہئے کہ ہم اس زندگی میں آخرت کے لئے اسی طرح محنت اور فکر کے ساتھ لگیں جیسا کہ انبیاء اور صحابہؓ اور اولیاءؒ و صالحینؒ لگے اور آج بھی ان کے متبعین اسی راہ پر گامزن ہیں۔ اور اس کے ساتھ زندگی کے آخری لمحات سے اللہ تعالیٰ سے مقبولیت اور رضا کے طالب رہیں پھر نیک امیدیں رکھیں تو ان شاء اللہ

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۔ (بنی اسرائیل)

'' وعدہ الٰہی کے مطابق یہ کوشش بارآور ہوگی یہی طریقہ ہے عقلمندوں اور اسوۂ حسنہ اختیار کرنے والوں کا۔''

اے اللہ! محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے خلیل و حبیب علیہما الصلوۃ والسلام کی تمام دعاؤں میں شامل فرما اور ان کے اسوہ اور نمونے پر چلنا اور ان کی ملت پر قائم رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما اور انہیں کے زیر لواء ہمیں محشور فرما، آمین۔

رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔